"تفسیر سورۂ جمعہ"

نور فرقان ہی جو سب نوروں سے اجلا نکلا ✦ پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
یا الٰہی تیرا فرقان ہے کہ اک عالم ہے ✦ جو ضروری تھا وہ اس میں مہیا نکلا
سب جہان چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں ✦ مے عرفان کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ ✦ وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

"اعلان"

مجھے اس رسالے کے متعلق کچھ کہنے کی خصوصاً احمدی جماعت کو ترغیب خریداری کے لیے مطلق ضرورت نہیں کیونکہ وہ محض بفضل خداوند کریم و بطفیل سیدنا جناب حضرت مسیح موعود نورنا من اللّٰہ الاحد والصمد قرآن کریم کی عظمت اور اسکو سمجھ کر پڑھنے کی ضرورت اور فائدے کو ایک حد تک بخوبی سمجھنے لگی ہی مجھے انکی خدمت میں صرف اتنا ہی عرض کر دینا ہے کہ اول تو یہ کلام پاک حضرت خداوند احد بیت ہے۔ دوم اسکا مفسر اپنی پایہ کا وہ بینظیر شخص ہی جسکی علمی قابلیت علمی خصوصیت۔ احمدی جماعت کے علاوہ مخالف ہندوستان میں بلکہ اکثر بلاد غیر میں بھی مسلّم ہی۔ سو تم یہ سورۂ پاک جسکی تفسیر کا اعلان آپکے روبرو ہی۔ کلام خداوند کریم الرحمٰن الرحیم کا وہ عجیب و غریب حصہ ہی جسکا پڑھنا سمجھنا۔ سمجھانا ہر ایک مومن کی زندگی کا پہلا فرض معلوم ہوتا ہی خود مفسر موصوف (خدا کی لاکھ لاکھ رحمتیں انکے شامل حال ہوں) نے اس سورہ مبارک کی تفسیر کرتے ہوئے جس دردِ دل سی جو کچھ فرمایا ہی وہ آپ اسی تفسیر میں ملاحظہ فرماوینگے اسکے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے اگر آپکا دل رقت اور جوش سے گواہی دے اٹھے اور اس بات کی ضرورت محسوس ہو کہ اسکی اشاعت کی ملک میں بہت ضرورت ہے تو آپکا یہ سب سے اہم فرض ہونا چاہیے کہ جس قدر آپ سے ہو سکے خواہ خود خرید کر خواہ ترغیب دیکر خواہ اعلان کرکے اپنے تمام دوستوں ملاقاتیوں۔ رشتہ داروں۔ عزیزوں وغیرہ سے ہاتھ اسکی ایک ایک کاپی پہنچا دیں۔ والسلام۔ وما علینا الا البلاغ۔

قیمت بلحاظ تعداد حسب ذیل ہی

ایک جلد ۴؍ ... ایک جلد کے خریدار کو معہ محصولڈاک وغیرہ۔ ۵؍ کے ٹکٹ کے ذریعہ لفافہ میں بند کرکے بھیجی جا ہیں۔
پانچ جلد ۱۲؍ بذریعہ ویلیو پیبل یا رسل روانہ ہونگی۔

دس جلد ۱۲؍ " " "
پچیس جلد ... " " "

درخواستیں بپتہ ذیل بہ آنی چاہئیں

حکیم محمد حسین قریشی۔ کارخانہ رفیق الصحت حویلی کابلی مل لاہور

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ÷ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

Digitized by Khilafat Library

جلد ۳ بابت ماہ جون سنہ ۱۹۰۴ء نمبر ۶

فہرست مضامین

بے عیب نبی اور زندہ نبی ۱۸۵-۱۹۷	افغانوں اور کشمیریوں کی اصل ۲۰۹-۲۱۲
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تقریر کا خلاصہ ۱۹۷-۲۰۹	یسوع کی صلیبی موت پر علمی نظر ۲۱۲-۲۲۰

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰- جون سنہ ۱۹۰۴ء کو شایع ہوا۔ چندہ سالانہ اردو پرچہ ... عہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بے عیب نبی اور زندہ نبی

اس مین ہم یہ دیکھنا چاہتے ہین کہ اس نبی نے خود کیا دعوے کیا۔ اس کی قوم نے اس کی نسبت کیا شہادت دی ..... اس نے کارروائی کیا کی کیسے وقت مین وہ آیا اور کس حالت مین اس دنیا سے گیا۔ اس نے اپنی دائمی زندگی کا ثبوت اور نشان کیا چھوڑا۔ یہ پانچ باتین ہین جن پر ہم مختصراً لکھنا چاہتے ہین **والموفق ہو اللہ سبحانہ وتعالےٰ۔**

پہلی شق مین ہم دو طرح پر نظر کرتے ہین۔ اول یہ کہ وہ کس طرح فوق العادت قوت اور دلیری سے اپنے وجود اور اسکے متعلقات کو سوسائیٹی کے عرف اور مسلم قوانین کے معیار کے آگے پیش کرتا ہے۔ دوم یہ کہ اخلاق اور روحانیت اور عقائد کے میدان مین کس طرح اپنے تئین اپنی صداقت اور حقیت کے دلی احساس اور بصیرت کے تصور سے جلوہ گر کرتا ہے پہلی بات کے ثبوت کیلئے یہ آیت **وقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون** ایسی لانظیر دلیل ہے کہ کسی مصلح اور مامور کی لائف مین کسی ملت و مذہب کا کیون نہ ہو اسکی مثل تلاش کرنا پوری ناکامی اور نامرادی کے ساتھ تھک کر رہ جانا ہے۔

ایک شخص ایک غیور اور جنگی قوم اور تکبر کے خمیر سے تیار شدہ قوم کے معروف و مسلم عقائد اور صدیون کی مالوف رسمون اور انکے قابل عزت معبودون کی اہانت اور بیخ کنی کرتا اور اس اثنا مین انہین اشتعال پر اشتعال دلاتا ہے کہ ہر قسم کے عرفی پہلوؤن سے اسکا مقابلہ کرین اور اسکے مغلوب کرنیکے لئے متفق اور متفرد کوششون اور منصوبون کو جمع کرین۔ اور مخاطبین بھی رات دن اسی انتھک کوشش مین ہین کہ اسکے قلعہ پر حملہ کرنیکے لئے کوئی ایک سوراخ کہین سے انہین ملجائے ایسی حالت مین یہ دعوے کرنا کہ مین عمر کا بڑا حصہ یعنی چالیس سال تک اس عظیم الشان دعوے سے پہلے تم مین گذار چکا ہون **افلا تعقلون** یعنی اس پر بھی تم اپنی عقلون کی طرف رجوع نہین کرتے کیا تمہاری دانشین اور زمانہ کے عرف سے واقف عقلین اس نتیجہ پر پہونچ نہین سکتین کہ اتنے دراز عرصہ تک اور ایسی عمر مین جو جذبات جوانی اور جوشون کے کمال کا وقت ہوتا ہے کوئی جھوٹ اور افترا اور بد دیانتی اور بد چلنی کا کوئی الزام جس شخص کے ذمہ عائد نہ ہو سکتا ہو کیا وہ اب ہی کذب اور افترا کا مرتکب ہوگا۔ اس آیت مین عجیب بات یہ ہے کہ ملکی

دعوے کے بعد اپنی صداقت اور حقیقت کے ثبوت اور ذہن نشین کرنیکے لئے عقول سلیمہ کے آگے اپیل کرتا ہے اس اپیل سے ایک شخص جو دل کے انفعالات اور کیفیات کا علم رکھتا ہے یقینی طور پر اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ مدعی کے دل میں کس زندہ احساس اور ناقابل تردد شبہ سے یہ یقین اور عرفان بھرا ہوا ہے کہ وہ بے عیب ہے اور وہ یقین رکھتا ہے کہ اس کی زندگی کی کتاب کے اوراق ایسے جلی اور بے داغ ہیں کہ اس کی راستی پر ایمان لانیکے لئے اسکا ایک دفعہ مطالعہ کرنا کافی معلم اور رہنما ہوگا +

ہم بالفعل اس ہیبت انگیز دعوے کو مذاہب کے حامیوں کے آگے پیش کرتے اور کشادہ دلی سے درخواست کرتے ہیں کہ دلایل سے قطع نظر کر کے وہ اپنی کتابوں سے اپنے مسلم مقتداؤں کے مونہوں سے اس دعوے کی مثل دکھائیں ہم نے بارہا اس میں غور کی ہے کہ خدا تعالیٰ کی مبارک اور زندہ کتاب میں جس نے الٰہیات کے علوم کے احیا اور ابقا کا ذمہ لیا ہوا ہے اس دعوے کو محفوظ اور مکتوب رکھنے سے کیا مدعا ہے اور اسکا تعلق اثبات نبوت سے کیا ہے۔ ان امور میں غور کرنیکے بعد میں ہمیشہ لذت اور بصیرت سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ایک مدعی کی راستی کو پرکھنے اور اسپر ایمان لانیکے لئے اس معیار سے بڑھکر کوئی معیار نہیں۔ انسان کی فطرت میں علی السواء یہ مادہ رکھا گیا ہے کہ قول کو سننے کے بعد معًا اسکے دل میں یہ گدگدی پیدا ہوتی ہے کہ اسکے قائل کی زندگی کس طرح کی ہے خصوصًا ایسے شخص کی بات سن کر جو کھلے میدان میں دعوے کرتا ہے کہ میں امین ہوں میں پرلے درجہ کا دیانت دار ہوں لوگوں کو چاہئے کہ اپنی گرامی قدر امانتیں جو کسی طرح محفوظ نہ رہ سکتی اور چوروں اور ڈاکوؤں کے دستبرد کے خطرہ سے مامون نہ ہوں وہ میرے پاس رکھا کریں۔ میں عند الطلب صحیح و سالم دینے سے دریغ نہیں کرونگا اور اتنی بڑی خدمت کے مقابلہ میں کوئی اجرت اور معاوضہ کسی سے نہیں لونگا ظاہر ہے کہ انسان کی عادت اور انصاف میں یہ ہرگز داخل نہیں کہ ایسے دعوے کو سنتے اور بلا تردد ان بلند الفاظ پر سچا ایمان لے آئے۔ بلکہ امانت کی قدر و قیمت کا احساس اسے مجبور کریگا کہ مدعی کے گذشتہ اور معروف چال چلن کی حد سے زیادہ چھان بین کرے۔ ہم عرف میں روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک قرض خواہ کو قرض کا ملنا دشوار ہوتا ہے جبتک قرض دہندہ کو اسکی سیرت کی پاکیزگی کی نسبت پورا اطمینان نہ ہو جائے اس کوچہ سے عرف کے باہر نکلکر دیکھو اور غور کرو کہ ایک شخص یہ دعوے کرتا ہے کہ دین و ایمان کی امانتیں میرے سپرد کرو۔ اپنی عقلوں اور دانشوں اور علموں اور تجربوں اور ارادوں اور خواہشوں کو میری باتوں کی تسلیم کے مقابل قربان کردو۔ اس خود مختار مرضی اور نیک و بد کی تمیز قوت کو جو تمہاری مایہ ناز طاقت ہے میرے حکم کے آگے تیز چھری سے ذبح کردو۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کی کتاب کی یہ آیت تعلیم دیتی ہے **فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما**۔ مجھے اپنی ربوبیت کی قسم جس نے اپنے بڑے مقاصد اور اغراض کے اتمام کے لئے تیری

تربیت کی اور تجھے کامل معلم اور کامل نمونہ بنایا ہے لوگ ایمان مین کامل نہین ہونگے جبتک اپنے اختلاف اور جھگڑے کی باتون مین تجھے حَکَم نہین بنائینگے پھر ایسا ہو کہ تیرے فیصلہ پر اپنے دلون مین کوئی تنگی اور گھبراہٹ محسوس نہ کرین اور سر تسلیم جھکا کر اس پر عملدرآمد کرین۔ بظاہر یہ آیت آزاد۔ بیباک اور میر مرضی اور اختیار کا خون کرتی ہے اور کس جبر اور حکومت سے ہزارون مختلف دانشون اور عقلون اور بے شمار ذہین جوانون اور تجربہ کار بوڑھون کی طبع آزمایان اور فہم و فراست کے نچوڑون کو ایک انسان کی گفتار پر قربان کرتی ہے یہ ایسی بات ہے کہ انسان کی غیرت مند طبیعت آسانی سے اسکو اختیار اور قبول نہین کرتی۔ مشورت اور صلاح کاریون کے ہوشون مین راتدن اس اختلاف رائے کی شوراشوریون کے نظارے دیکھے جاتے ہین جو مسلم اہل الرائے اور مدبران ملکی کی تقریرون کے خلاف برپا کیجاتی ہین لیکن ان سب کے خلاف ہم دیکھتے ہین کہ گرم ملک اور پاک آب و ہوا کے میدان کے غیر مفتوح اور آزاد چلبلی طبیعت کے نوجوانون اور تجربہ کار بوڑھون نے سچا نمونہ اُس انقیاد اور اطاعت کا دکھایا جو اس آیت سے سمجھی جاتی ہے

غرض دین و ایمان کی امانت بہت زیادہ قدر و قیمت رکھتی ہے۔ پھر ان کی امانت سے جسکے سپرد کرنیسے پیشتر امین و مؤتمن کے حالات کی نسبت تا بمقدور تفحص اور تجسس از بس ضروری سمجھا جاتا ہے یہ آواز **وقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ** کیسی قابل قدر اور ضروری ہے اسکے ثبوت کے لیے ہمارے پاس ہمارے زمانہ مین ایک نمونہ موجود ہے۔ ہمارے آقا و مولےٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت بھی مدتون اس سے پہلے براہین احمدیہ مین یہ وحی موجود ہے۔ **وقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ**۔ ہم نے عملی زندگی مین اپنے مشاہدہ مین اس دعوے کا اتنا بڑا فائدہ دیکھا ہے کہ اس سے زیادہ تصور مین نہین آسکتا۔ سنہ ۱۸۹۲ء اور سنہ ۱۸۹۳ء مین اجتماع کے موقعہ پر سیکڑون آدمیون کے دلون مین بے اختیار یہ بات گذری کہ قادیان کے لوگون سے حضرت مسیح موعود کی گذشتہ اور ان کی نگاہ ہونسے پوشیدہ زندگی کی نسبت دریافت کرین۔ بہت سے تیز طبع زندہ دل نوجوان چارون طرف اس تلاش اور دھن مین پھیل گئے۔ کسی نے گاؤنکے سادہ بے شر ستاتن دھرم بوڑھون سے۔ کسی نے مسلمان بوڑھونسے کسی نے اِدھر اُدھر کے کھیتون مین کام کرنیوالے بوڑھون سے بعض نے یہان کے مسلّم مخالفون اور ڈاہ اور حسد کے مریض ہم عمرونسے پوچھا سب نے بے اختیار اور بالاتفاق یہی جواب دیا کہ اس شخص کی زندگی مین ہم نے کوئی عیب نہین دیکھا۔ مین نے دیکھا کہ اتنے متضاد اور مختلف مونہونسے ایک ہی یکسان بات کے سننے سے طالبان حق کو یہ فائدہ ہوا کہ ان کے دل حضرت مامور موعود کے دعوے کے قبول کرنیکے لئے شرح صدر اور نور سے لبریز ہوگئے۔ سنہ ۱۸۹۱ء مین مجھے اس سلسلہ کے مسلّم اور مشہور مخالف اور حضرت موعود کے بہت نزدیکی ہمسایہ مولوی محمد حسین صاحب کے مکان مین ٹھہرنے کا اتفاق ہوا اسوقت قادیان سے موعودیت کی آواز باہر نکل چکی تھی مگر ہنوز صاف اور منفصل نہین تھی۔ اثنائے گفتگو مین مولویصاحب مذکور نے مجھ سے پوچھا اور مین دیکھتا تھا کہ مولویصاحب پر سراسیمگی اور اضطراب غالب ہو رہا ہے

کہ یہ نئی کیسی آواز قادیان سے آئی ہے ۔ میں سمجھ نہیں سکا کہ لفظ موعود سے آپ کی صاف صاف کیا مراد ہے مجھے یہ فکر لگ رہی ہے کہ کہیں مرزا صاحب کی مراد اس سے یہ نہ ہو کہ وہ وہی مسیح موعود ہیں جسکا وعدہ احادیث میں دیا گیا ہے ۔ اگر یہ بات ہے تو دنیا میں ایک انقلاب اور قیامت قائم ہونیوالی ہے اور اگر کوئی اور مراد ہے تو مضایقہ نہیں ۔ اس بات کو سن کر پہلا سوال جو بلا تکلف میرے دل میں پیدا ہوا اور جسے میں فطرت انسانی کی اضطراری کیفیت سے تعبیر کرتا ہوں ۔ یہ تھا کہ مولوی صاحب سے میں نے پوچھا ۔ مولوی صاحب فرمائیے آپ مرزا صاحب کی نسبت ان کی گذشتہ لائف کے مطالعہ کے بعد کیا رائے رکھتے ہیں ۔ مولوی صاحب نے بڑے جوش اور اخلاص سے جواب دیا کہ میں مرزا صاحب کا ہم عمر اور ہم مکتب اور پھر ہمسایہ ہوں اور علاوہ بر آں اب تک ان سے میرے تعلقات رہے ہیں مجھ سے زیادہ کوئی شخص ان کے حالات سے واقف نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ بے عیب ۔ بڑے درجہ کے متقی اور خدا اور رسول کے عاشق اور اسلام کے شیدا ہیں ۔ اگرچہ میں خود ملہم نہیں مگر مرزا صاحب کی سچائی پر مجھے اسقدر یقین اور وثوق ہے کہ میں ان کے دعوے الہام کو بھی تسلیم کرتا ہوں ۔ میں نے سن کر کہا بہت خوب مرزا صاحب کی عمر کا جو حصہ ہم سے پوشیدہ تھا اس کی پاکیزگی اور تقدس کی آپ نے گواہی دیدی آیندہ عمر کے حالات ہم خود دیکھ لینگے ۔ اسی طرح ہماری جماعت کے برگزیدہ رکن جناب حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب نے مرزا امام الدین کو جو حضرت موعود کا سخت دشمن تھا اور رات دن آپ کی ایذا رسانی کی تجویزوں میں لگا رہتا اور اپنی تنہا کوشش سے تھک کر گاؤں کے بہت سے ساہنوں اور بھیڑیوں کو ہمیشہ اپنی مدد میں بلاتا دو تین دفعہ کہا کہ اگر تم ہمارے مرزا صاحب میں کوئی عیب نکالدو تو میں اتنے ہزار روپیہ نقد تمہیں دونگا ۔ وہ مولوی صاحب کی وجاہت اور متانت کو خوب جانتا اور یقین رکھتا تھا کہ مولوی صاحب اپنی بات میں سنجیدہ اور صادق ہیں مگر وہ مبہوت اور خاموش رہا ۔ اور لاطائل باتوں سے وقت کو ٹالدیا ۔

غرض سلیم فطرتوں کی اس شہادت سے ثابت ہوا کہ ایک منجانب اللہ مامور کے لئے از بس ضروری ہے ۔ کہ اس کی لائف کی کتاب پبلک لائبریری میں رکھی ہوئی ہو اور ہر ایک شائق اور پڑھ سکنے والا اسے پکڑنے اور پڑھنے سے اپنے ہاتھ کوتاہ نہ سمجھے ۔ اسلئے کہ ایک مستور الحال شخص کی زندگی کی نسبت کوئی نقاد اور صاحب نظر کیا نکتہ چینی کر سکتا اور بالآخر کس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے ۔ اس خصوص کے لحاظ سے ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے سوا کسی مامور و مرسل کی زندگی پبلک کی تنقید اور نظر کے لئے واضح اور کشادہ نہیں ۔ گذشتہ زندگی نبوت کے دعوے سے پہلے ہمیں اسی آیت **وقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ** نے اس کی تلاش اور تجسس سے پوری طرح فارغ کر دیا ہے ۔ جبکہ ہمعصروں اور نہایت قریبی رشتہ داروں اور آپ سے سابقہ پڑنے والوں کی گواہیاں آپ کے **امین** اور **مامون** ہونے کی نسبت ہماری سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں اور یہ ایسے وقتوں کی گواہیاں ہیں کہ جب آپ

بیس پچیس برس کے نوجوان تھے- اور اسیوقت میں بھی قوم میں نہایت راست باز اور امین مشہور تھے تو ایسے ایک پاکیزہ دل اور سلیم فطرت اور نیک گمان نقاد کے نزدیک اس دعوے کے ہوتے اور تاریخ کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے- ایک اہل دل ہی اس بردِ یقین اور شرح صدر کا اندازہ کر سکتا ہے جو اس دعوے کو سن کر ایک طالب حق کو ملنا ممکن ہوتا ہے +

لیکن کیا ہم امید کر سکتے ہین کہ یسوع مسیح کی لایف اور سوانح مین کوئی اسکے مقابل دلیرانہ دعوے ہمین ملے- کیا کوئی دکھا سکتا ہے کہ یسوع نے قوم سے خطاب کرکے کبھی ایسا دعوے کیا ہو اور اپنی موجودہ زندگی کی ہستی کے ثبوت مین اپنے گذشتہ چال چلن اپنے حسب نسب کے بے داغ ہونیکو بطور گواہ کے پیش کیا ہو- ہم ابھی یہ ذکر کرنا نہین چاہتے اگر یسوع ایسا دعوے کرتا تو اس کی قوم اسکے جواب مین کیا کہتی اسے تسلیم کرتی یا ناگفتنی اور ناشنیدنی جوابون سے اسکا بخیہ ادھیڑ ڈالتی- بالفعل ہم اتنا ہی پوچھتے ہین کہ ان کتابون مین جو یسوع کی سہ سالہ زندگی کی ناتمام سوانح ہین کیا یسوع کے منہ مین اس قسم کا دعوے دیا گیا ہے- مین امید کرتا ہون کہ یہ ایسی بات ہے کہ خداترس اور طالب حق دلونکو اس سے بہت فائدہ اٹھانا چاہئیے +

دوسرا پہلو اس دعوے کا بحث کے نیچے لانیکے لئے ہم اس خوبصورت اور قیمتی متاع کو دیکھتے ہین جو کس قوت اور دلیری سے پانچ دفعہ ہر رات اور دن مین تمام دنیا کے آگے کھول کر رکھی جاتی ہے وہ ہے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ[*]- اس مین غور طلب امر یہ ہے کہ ان دو فقرون مین یا اللہ اور محمد کے نام مین کیا مناسبت اور ملابست ہے- پہلے فقرہ یعنی آلہہ کی نفی اور اللہ کے اثبات سے یہ مقصود ہے کہ الہیت اور معبودیت کا استحقاق اللہ کے سوا اور کسی کو نہین اس لئے کہ وہ مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے اور اسکے سوا سب کو نقص اور ضعف اور عجز کا داغ لگا ہوا ہے انسانی طبیعتون نے اشتراک اور اتفاق سے اس قاعدہ کو مانا ہے کہ مرئیات اور معلومات سے مجہولات اور نظریات کا علم حاصل کیا جاتا ہے لیکن اس مقام مین یہ دیکھنا چاہئیے کہ کیا تمام الاہون کی نفی اور اللہ کے لئے استحقاق الہیت کے اثبات کی نسبت دعوے کیا جا سکتا ہے کہ اس نفی اور اثبات مین دعوے اور دلیل کا تلازم ہے دوسرے لفظون مین اسے یون ادا کر سکتے ہین کہ کیا آلہہ کی نفی اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ ہے- اس مین شک نہین کہ اللہ کے لئے اثبات الہیت دعوے ہے اور بڑا بھاری دعوے ہے مگر ہم ان دونونکو دعوے اور دلیل دعوے مان کر ان مین کوئی باریک اور نازک تعلق قائم کرنا چاہین تو وہ اس سے زیادہ نہ ہوگا جو مصنوعات اور صانع مین ہوتا ہے یعنی اگر کوئی بلند نظر صافی الفطرت تمام مخلوق معبودون اور انسانی تخیلات کے تراشیدہ بتون کی ہستیون مین غور کرکے اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ سب ناتوان اور ناقص اور داغ حدوث سے داغدار ہین اور پھر پیاس اور تلاش اسے سچی زندگی کے پانی کیطرف ڈھونڈنے کیلئے کسی اور طرف رہبری کرے تو وہ اس سے زیادہ کسی اور نتیجہ پر نہین پہونچ سکتا کہ ان مٹی اور پتھر کی بدنما مورتون

[*] اسکا مطلب یہ ہے کہ اذان مین ان ہی کلمات کی گواہی بلند آواز سے پانچ دفعہ دی جاتی ہے- منہ

یا عورت کے پیٹ سے نکلے ہوئے نکمّے نالایق معبودون سے بالاتر ایک کامل اور اعلےٰ ہستی ہونی چاہیئے مگر اس شخص کا وہی حال ہوگا جو مصنوعات سے صانع کا سراغ لگانیوالے کا حال ہوتا ہے۔ یہ مخنتی ڈھونڈنے والا مدت دراز تک ٹکرین مار مار کر اسکے سوا کچھ ہی نہین پا سکا کہ ان مصنوعات کا ایک صانع ہونا چاہیئے۔ اس بات کو اور زیادہ صاف لفظون مین یون سمجھو کہ یسوع مسیح ایک جھوٹا الٰہ اور باطل کا ایک چیدہ اور برگزیدہ نمونہ ہے الا اللہ کے اثبات کی ضرب اور لا الٰہ کی نفی کا تبر اسکے سر پر بھی ویسا ہی پڑتا ہے جیسا کہ زمین کے اور معبودون پر جو اسکے بخارات کی ترکیب سے متولد ہوئے ہین یورپ کے ذہین اور رشید طالبان حق بڑی غورون اور تنقیدون کے بعد جو آزادی اور کشادہ دلی سے اس ناقص اور ادھورے آدمزاد اور جعلی خدا کی نسبت کرتے آئے ہین اس تراشیدہ بت مین ہزارون نقص اور داغ دیکھ کر بے اختیار اس نتیجہ پر اور سچے نتیجہ پر تو ضرور پہنچے ہین کہ یسوع مسیح کو خدا ماننا انسانی عقل پر شرمناک داغ لگانا ہے مگر با این ہمہ وہ سچا کامل ہمہ علم ہمہ قدرت متصرف حی و قیوم خدا اور اسکا لذیذ عرفان ان کی فہم کی رسائی سے ہنوز بالاتر ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ **ہے** اور **ہونا چاہیئے** مین بڑا فرق ہے۔ ایک عاشق کی پیاس جو اس مچھلی کی طرح بیقرار ہے جو پانی کے سوا کسی اور چیز سے خواہ کیسی ہی عجیب اور لذیذ ہو قرار نہین پکڑ سکتی کیونکر بجھ سکتی ہے جبتک وہ زندگی کا شیرین چشمہ یقینی طور پر اُسے نہ ملے۔ فطرت انسانی خیالی تصویرون اور بیجان مورتون اور اپنے ایجاد کردہ تصورات سے کب سیر ہو سکتی ہے محبت مین ایک جوش ڈالا گیا ہے جو کسی طرح اس کی آگ بجھ نہین سکتی جبتک محبوب کا کلام اُس مین زندگی کی روح نہ پھونکے۔ یہ فطرتی تقاضا صاف بتاتا ہے کہ فاطر فطرت نے عمداً اس مین یہ جوش اور تقاضا خمیر کیا ہے۔ درحقیقت اسکے سوا اور کوئی راہ ہے ہی نہین کہ کامل قادر حی قیوم خدا خود اپنی آواز سے اپنے تئین شناخت کرائے اور اپنی پر قوت اور پر ہیبت اور پر لذت آواز سے اپنی ہستی کا آپ ثبوت دے۔ اسی دقیقہ معرفت کے ثابت کرنیکے لئے قرآن کریم مین آلہۂ باطلہ کی تردید مین بارہا اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے کیا وہ تمہاری آواز کو سنتے اور اسکا جواب دیتے ہین جب تم انہین پکارتے ہو چنانچہ گوسالہ سامری کی پرستش کے احمقانہ فعل پر بنی اسرائیل کی نسبت فرماتا ہے **افلا یرون الا یرجع الیہم قولاً ولا یملک لہم ضرًّا ولا نفعا**۔ کیا وہ سوچتے نہین کہ وہ ان کی بات کا کچھ جواب نہین دیتا اور انکا ضرر اور نفع کچھ بھی اسکے اختیار مین نہین۔ اس آیت اور اس قسم کی اور بہت سی آیتون سے ثابت ہوتا ہے کہ باریتعالےٰ کی ہستی کے ثبوت کے اعلےٰ اور اکمل اور ابین ذریعون سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے کلام اور تکلیم سے اپنے وجود کا آپ ثبوت دے۔ دوسرا بڑا بھاری اور نہایت ہی مرد آزما مرحلہ اس راہ مین یہ پیش آتا ہے کہ مصنوعات کی ابلغ اور محکم ترکیب اور نظام شمسی کی ہندسی ترتیب مین غور و فکر سے اگرچہ سلیم اور مصفا فطرتین یہی ہونا چاہیئے کی پست حالت سے ترقی کرکے اس نتیجہ پر بھی پہونچ گئی ہین کہ خدا تعالےٰ ہے مگر عبودیت

اور الوہیت مین رابطہ اور تعلق پیدا ہونے کے لئے اتنا اعتقاد کافی نہین کہ خدا ہے۔ بڑا بھاری طلسم اور گنبد بے در جسکے توڑنے اور کھولنے مین ہزارون مادی دانشمند اور یورپ و یونان کی ارجمند فراستین سرگشتہ ہوکر راہ بھول گئی ہین صفات الٰہیہ کا مسئلہ ہے۔ فلسفیون کی راہ مین بڑا بھاری مسئلہ یہی پڑا اور مدتون سے پڑا ہے کہ خدا اور انسان مین کیا تعلق ہونا چاہئے بہت سے لوگون کی ہمت اتنی ہی بات پر قناعت کرجاتی ہے کہ اسقدر ماننا کافی ہے کہ خدا ہے وہ اپنے دل مین اس بات کی تڑپ محسوس ہی نہین کرتے کہ اسکا ہم سے اور ہمارا اس سے کیا تعلق ہے۔ یہ کمزوری اور حجاب اسوجہ سے پیدا ہوا کہ خدا تعالےٰ کو ایک معطل طاقت مانا گیا جسکا نظام عالم سے کوئی تعلق نہین اور جو کبھی تعلق تھا تو اس معمار سے زیادہ نہ تھا جو ایک عمارت کے پورا کرنیکے بعد اس سے بے تعلق ہوجاتا ہے۔ ذرات کائنات پر متصرف اور ہر آن اور شان مین جلالی اور جمالی تجلیات کے دکھلانے پر قادر یعنی اپنی مشیت اور ارادہ کو ہر وقت نافذ اور جاری کرنے کی قدرت رکھنے والا اور ہر ایک ذرہ موجودات کو اپنے منشا کے پورا کرنیکے لئے کٹھ پتلی کی طرح نچانے والا ہمیشہ کلام کرنیوالا۔ دعاؤن کا سننے والا صریح اور صاف آواز سے جواب دینے والا ہر زمانہ مین لاتبدیل طور پر وحی اور الہام اور رویا کے سلسلہ کو جاری رکھکر ان امور کو اپنے وجود کا گواہ اور زندہ گواہ ٹھہرانیوالا۔ اپنے ایک ارادہ اور مقصد کے پورا کرنیکے لئے اپنی مصلحت کے اقتضا سے اچھی ہوا کو بری اور بری کو اچھی کرسکنے والا۔ غرض اس قسم کا قادر قاہر حی قیوم اسے مانا نہین گیا اور ظاہر ہے کہ جب تک اسپر ایسا ایمان پیدا نہ ہو انسان کی فطرت مین اس سے تعلق لگانیکے لئے جوش پیدا نہین ہوسکتا۔ ایسے گہرے تعلق کے پیدا کرنیکے لئے انسان کی فطرت مین ایک جوش بخشا گیا ہے جو زندگی کے انقلابات کی مختلف گھڑیون مین تحریک مین آتا۔ اور ہر طرف سے انسان کی ساری امیدونکو کاٹکر بیچارگی اور ناتوانی سے اسکے منہ کو اوپر کیطرف متوجہ کرتا ہے اور اسکے دل مین القا کرتا ہے کہ اس وقت زمین کی ساری طاقتین تیری کاربرآری مین سراسر عجز اور ناتوانی ... ہین۔ لیکن بڑی مشکل یہ ہے کہ اس غرض کے حاصل ہونیکے لئے کہ دعا جذر قلب سے نکلے اور استبعاد کی کوئی آلایش اسکے ساتھ نہ ملی ہوئی ہو۔ بڑا شہتیر جسپر داعی کے ایمان کی چھت کو قائم ہونا ضروری ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات پر ذوق اور بصیرت سے یقین ہو اور دل اس عرفان سے مسرور اور لبریز ہو کہ اس کی قدرت اور علم اور قاہر ارادہ کی راہ مین کوئی روک نہین۔ عام تجربہ اور مشاہدہ گواہ ہے کہ مادی تعلیمون اور علم صنعت کاریون اور دنیا کی چند روزہ کامیابیون اور تعیشات کے ورطہ مین مستغرق ہوجانے کے باعث دلونمین دعا کی تاثیر اور نافع ہونیکا اعتقاد اٹھ گیا ہے اور دعا کو من جملہ اسباب موثرہ اور علل کے یقین کرنا بیہودہ خیال اور توہم کی جنس سے سمجھا جاتا ہے۔ طبائع کی ساری توجہ اسباب کی دیوی کی پرستش مین مصروف ہے اور ان لا انتہا پتھرون کی پوجا سے دلونکو خالق اسباب کیطرف ایک لحظہ

بھی توجہ کرنے کی فرصت نہین ملتی- تمام قومون عیسائی- آریہ- برہمو اور عام مسلمانون مین دعا کا رواج تو ہے مگر وہ خشک بے اثر الفاظ سے زیادہ نہین- ہر ایک کو ان مین سے استبعاد کا جذام لگا ہوا ہے جس سے دل کے سارے اعضا گل سڑ کر گرنیکے قریب ہو گئے ہین- ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے ہوئے ہین اور دل اس دغدغہ اور خلجان سے ناکون ناک بھرا ہوا ہے کہ یہ بات تو ہونے والی نہین یہ تو اٹل امر ہے- ایک شخص جس امر کو اپنے نزدیک ناممکن سمجھ لیتا اور چار و ناچار نظر دوڑا کر اپنے زعم مین اسباب کو مفقود پاتا ہے خدا تعالے کو بھی اسکے سر انجام دینے یا ناگہان غیر مترقب اسباب کے پیدا کر نیمے عاجز اور قاصر یقین کر لیتا ہے اسکا دل اسکو اسوقت یہ اطمینان نہین دلا سکتا کہ اگرچہ یہ آگ جس مین عنقریب ڈالا جائے گا بڑے طاقتور ہاتھون کی جلائی ہوئی ہے مگر ان سب ہاتھون پر ایک اور ہاتھ ہے جو ہر قسم کے توقع اور انتظار کے خلاف اسکے بجھا دینے اور گلزار کر دینے پر قادر ہے +

غرض ان دونون فقرون لا الہ الا اللہ مین اللہ اور محمدؐ مین یہ رابطہ اور مناسبت ہی کہ لا الہ الا اللہ دعوے اور محمد رسول اللہ اس کی دلیل ہی اسلئے کہ تمام آلہہ باطلہ کی نفی کے بعد لفظ اللہ کے معنے اور مفہوم مین یہ داخل ہی اور اسکا اثبات کیا گیا ہے کہ وہ مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے یعنی اس مین وہ تمام صفات کامل طور پر موجود ہین جو اس عالم کے ذرہ ذرہ سے تعلق رکھنے اور اسپر قاہر اور قادر حکمرانی کرنیکے لئے ضروری ہین تمام جہان اور اسکے ذرات کی کوششین اور اجتماع اسکے غالب امر اور قاہر مشیت اور نافذ ارادہ کو کسی طرح بھی روک نہین سکتے با اینہمہ یہ دعوے اور مجرد دعوے ہے اور ایسی ذات کی نسبت دعوے ہی کہ جسکے وجود کی نسبت بڑی مشکل سے یقین نے ہوش سنبھالنا شروع کیا ہے چہ جائیکہ اس کی صفات کاملہ کی نسبت وہ ایمان اور یقین پیدا ہو جو اوپر مذکور ہوا ہے لیکن محمدؐ نے ان تمام مشکلات کو بڑی قوت سے رفع کر دیا ہی- اسلئے کہ اس انسان کامل کا وجود ایک معلوم اور مثبت حقیقت اور شئی مدرک ہونے کے سبب سے اس غیر مرئی- غیر مدرک اور مجہول الکنہ ذات کے اثبات اور دکھا دینے کے لئے دلیل راہ ٹھہرا ہی- اس دعوے اور دلیل مین بالمفظ دیگر اللہ اور محمدؐ مین کمال رابطہ اور مناسبت یہ ہی کہ دونون لفظ اپنی ترکیب اور مفہوم کے رو سے کمال تام پر دلالت کرتے ہین یعنی جس طرح لفظ اللہ کے یہ معنے ہین کہ وہ ایسی پاک ذات ہے کہ جس مین تمام کامل صفتین جمع ہین اور اس مین کسی قسم کا نقص اور کمزوری نہین اسی طرح لفظ محمد بھی اپنی بنیت اور واضح ترکیب سے ایسے وجود پر دلالت کرتا ہے جو جامع ہے- ان تمام صفات کاملہ کا جو نشاء بشریت اور عالم انسانیت کے لئے ممکن ہو سکتی ہین اور من کل الوجوہ بری ہے ان تمام نقصون اور کمزوریون سے جو گری ہوئی بشریت اور ذلیل انسانیت کے چہرہ پر بدنما داغ کی طرح لگی ہوئی ہین- اسلئے کہ محمد کے معنے ہین بہت حمد کیا گیا یا ایسا انسان کہ جسکی حمد اور ستایش سے زمین اور آسمان بھر جائین اور یہ مرتبہ کسی انسان کو مل نہین سکتا جبتک وہ ہر قسم کے کامل صفات سے موصوف اور عیوب اور نقائص سے منزہ نہ ہو-

ہے کوئی معرفت الٰہی کا بھوکا اور پیاسا جسے ذوق سلیم اور ذہن مستقیم بخشا گیا ہے۔ جو ان اسماء کی مناسبت اور رابطہ مین غور کرے کیا یہ کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اپنے احسن نظام اور ابلغ ترکیب سے ایک عظیم الشان اور لانظیر صداقت اور صداقت کا ثبوت نہین۔ کیسا خوبصورت اور دلکش دعوے ہے کہ اللہ ہے اور اسکے سوا کوئی معبود اور الٰہ نہین اور اس دعوے کی اسی کی مانند کیسی خوبصورت اور دلکش دلیل ہے کہ محمدؐ اسکا رسول ہے یعنی ایسا کامل انسان جس کے افعال و اعمال محمودہ نے اس جہان مین ہر قسم کی حمد و ستایش کا استحقاق پیدا کیا ہے جب ایسا کامل اور بے عیب فرد اسکا ایلچی اور اسکا پتہ دینے والا ہے تو اس مین شک نہین کہ اللہ ہے اور لاریب تمام کاملہ صفات کا جامع ہے۔

دنیا کے عرف اور رسم مین یہ بات داخل ہے کہ ہر دولت اور قوت کا سفیر اسکا قائمقام اور اس کی شوکت اور قدرت کا غیر سلطنت کے دلون پر نقشہ اور سکہ جمانیوالا اور اپنی دولت کے سچے منشاء کو ظاہر کرنیوالا ہوتا ہے اسلیے ہر سلطنت کو اپنے جلال اور شوکت کے اندازہ پر ایک قابل اور لایق سفیر انتخاب کرنا پڑتا ہے کسقدر خفت اور تحقیر اس سلطنت کو نصیب ہوگی جسکا سفیر محض کھلونا اور سفیہ اور ابلہ ثابت ہو۔ ایسے موقع مین جہان سفرائے دول اپنی اپنی سلطنت کے منافع اور مقاصد کے لئے جمع ہوئے ہون اس قوی اور مسلّم اصل کو مدنظر رکھ کر غور کرنا چاہیئے کہ کیا ایسے شہنشاہ کے لئے جسکا نام اللہ ہے کوئی اور سفیر بجز اس شخص کے جسکا نام محمدؐ ہے تجویز ہو سکتا ہے بلکہ اس سے بڑھکر مین دعوے کرتا ہون اور بصیرت سے دعوے کرتا ہون کہ اللہ کے معنے اور مفہوم اور اسکے تمام مقاصد کو دل مین رکھ کر اور کوئی نام بجز اسم مبارک محمدؐ کے موزون اور برمحل ہی نہین ٭

میرا دل اس امید سے بھرا ہوا ہے کہ سلیم الفطرت ناظرین جو مذہب سے دلچسپی رکھتے ہین یا کم از کم ندرت پسند طبیعت رکھنے والے اس امر مین غور کرینگے کہ مذہب اسلام کی یہ زرین اصل کیا بڑے بڑے مقاصد کیطرف رہنما نہین۔ کیا یہ اتفاقی اور نااندیشیدہ ترکیب ہے جو بے جوڑ اور مہمل لفظون سے مرکب ہے یا اسکے ایک ایک لفظ مین ایسی صداقت بھری ہوئی ہے کہ جس کی نظیر دنیا کے قدیم و جدید مذاہب مین پائی نہین جاتی مین فراخ دلی اور کشادہ پیشانی سے مذاہب موجودہ کے حامیونکو اجازت دیتا ہون کہ دلائل سے قطع نظر کر کے بالفعل دعوے کا مقابلہ دعوے سے کرین اس کے بعد دلایل کا دلایل سے موازنہ کرین۔ ایک شخص اپنی سچائی اور کاملیت اور سچی عصمت اور قدوسیت کا کسقدر یقین اور احساس رکھتا ہے جبکہ اللہ کے نام کے ساتھ اپنے نام کو شامل کرنا اور اجازت دیتا ہے کہ دن اور رات مین پانچ مرتبہ بلند جگہون پر اللہ تعالےٰ کے نام کے ساتھ اسکے نام کی ندا کیجائے۔ اس احساس اور ذوق کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے جیسے وہ اور اسکے پیرو دلون مین محسوس کرتے ہین جبکہ وہ اس مناسبت اور ربط کا تصور کرتے ہین جو اللہ اور محمدؐ مین واقع ہے اس ترکیب کے کامل اور ابلغ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ

جیسے اللہ کے اسم کے سوا یہ اشتہار کسی اور نام کیطرف سے موزون نہین ہو سکتا اسی طرح اسم محمدؐ کے سوا کبھی کوئی اور مشتہر اسکا موزون نہین ہو سکتا اس لئے کہ عرف اور لغت مین ایسے اور ان کی مانند کوئی اور الفاظ موجود ہی نہین جو ان اغراض اور مقاصد کا آلہ اور واسطہ بن سکین جو ان لفظون سے مقصود ہین اسے بلفظ دیگر یون سمجھنا چاہئے کہ جیسے ضروری ہے کہ خدا تعالےٰ کا ایسا وجود ہو جو ہر قسم کے کاملہ صفات سے موصوف اور تمام نقصونت اور عیبون سے مبرا اور منزہ ہو ویسا ہی ضروری ہے کہ اس کی خبر دینے والا اور اسکا خلیفہ بھی اپنی جنس کے دائرہ مین ہر قسم کے حسن کا جامع اور ہر قسم کے قبح سے پاک ہو - یہ ایک حقیقت ہے اور بڑی عظیم الشان اور نازک اور دقیق حکمت ہے ہم چاہتے ہین کہ اس کے اظہار کے لئے الفاظ کا قالب پیدا کرین اور مفرد لفظون کے ذریعہ ہزارہا معارف اور حقایق کو ایک ہی لحظہ مین دلون پر نازل اور القا کر سکین اور بڑی مفصل تقریرون اور مطول ثبوتون سے طرفۃ العین مین بے نیاز ہو جاوین - ہم دعوے سے کہتے ہین کہ اسکے لئے بجز ان دو نامون اللہ اور محمدؐ کے اور کوئی لفظ ہمین مل ہی نہین سکتے - اور اگر کوئی اور ثبوت اسلام کے پاس اپنی حقیت اور صداقت کا نہ بھی ہوتا جب بھی یہ کلمہ اسکے منجانب اللہ ہونیکا کافی اور وافی ثبوت تھا - فالحمد للہ رب العالمین ثم الحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ -

دوسرے سوال کی نسبت بڑا صاف اور مختصر جواب یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم دعوے نبوت سے پہلے اپنی قوم مین **الامین** اور **المامون** کے نام سے مشہور تھے یہ مسلم اور مشہور روایت ہے کہ قریش ان برگزیدہ اور قیمتی امانتون کو جن کی نسبت کسی جگہ سپرد کرنے پر ان کے دل مطمئن اور امین نہین ہوتے تھے - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سپرد کرتے تھے - اس طرح پر آپ خدا تعالےٰ کے خاص ارادہ اور حکمت سے اس بڑے دعوے سے پہلے ہی **الامین** مشہور ہو چکے تھے - بنو ہاشم کی عظمت اور وقعت تمام قریش اور سائر عرب کے دلون مین ایسی جاگزین تھی کہ کوئی فرد بشر آپکی ذات اور خاندان کی وجاہت اور طہارت کی نسبت کوئی عیب نکال نہین سکتا اور داغ لگا نہین سکتا تھا - کس قدر شوکت اور دلی شعور سے بھرا ہوا یہ آپ کا دعوے ہے جو اپنی سوسائیٹی مین آپنے کیا کہ ہماری تمام نسل مین آدم تک کوئی سفاح (زنا) واقع نہین ہوا - اس دعوے کی تکذیب کی کسی کو بھی جراءت نہ ہوئی - اس دعوے کی عظمت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب اس قوم کیحالت سے واقفیت حاصل ہو جسکے سامنے یہ دعوے کیا گیا - یہ مسلم امر ہے کہ عرب عموماً اور قریش خصوصاً زندگی کا فرض اور مایہ ناز کام اس امر کو سمجھتے تھے کہ ہر ایک قابل شخص اور میدان مین نکل سکنے والا آدمی اپنے باپ دادون اور حریفونکے باپ دادون کے کارنامون کو پشت در پشت بیسیون پشتون تک یاد رکھتا - وہ اپنے آبا کے محاسن اور حریف قبیلہ کے آبا کے مثالب کو مقابلہ کے بازارون مین ہزارون ناظرین کے روبرو بیان

کرنا قابل فخر کارنامہ سمجھتے تھے ان مین ہزارون آدمی ایسے تھے جنہین صدیونکے واقعات اور ایام اور ان کی جزئیات کے متعلق لاکھون اشعار زبانی یاد تھے۔ ان کی اس نظیر قوت حافظہ کو یورپ کے نامی علماء نے بھی تسلیم کیا ہے تا این ہمہ ایسی مثالب شمار قوم ایسے وقت مین جبکہ مخالفت کا جوش انہین ہر طرف دوڑاتا ہے کہ کسی طرح دعوے کرنیوالے کے منہ پر مہر سکوت لگائین اس دعوے کے مقابل سر تسلیم جھکا دے۔ اس سے زیادہ ثبوت ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بے عیب اور معصوم زندگی کا اور کیا ہو سکتا ہے +

سیرۃ ابن ہشام مین جو بہت پرانی اور نہایت معتبر سیرۃ کی کتاب ہے لکھا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ ہر سال موسم پر یعنی میلہ پر تشریف لیجاتے اور لوگون پر اسلام پیش کرتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک موسم مین بنو عامر آئے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حسب معمول انہیں تبلیغ کی مگر انہون نے سرکشی سے انکار کیا۔ اس قوم بنو عامر مین ایک بہت بوڑھا اور معتمد علیہ بزرگ تھا جو کبر سنی کی وجہ سے میلہ مین حاضر ہونیسے قاصر ہو گیا تھا قوم کے نوجوانون نے یہ التزام کر رکھا تھا کہ میلہ سے واپس ہوتے ہوئے جو کچھ دیکھا سنا ہوتا اسے سناتے جاتے۔ اب کی دفعہ انہون نے یہ نیا واقعہ بھی اُسے سنایا۔ ابن ہشام کہتے ہین۔ فوضع الشیخ یدیہ علی راسہ ثم قال یا بنی عامر والذی نفس فلان بیدہ ما تقولہا اسمٰعیلی قط انہا الحق یعنی ان کی سرکشی اور انکار کی باتین سن کر اس بزرگ نے اپنے دونون ہاتھ سر پر رکھے اور کہا اے بنی عامر مجھے خدا کی قسم کسی اسمٰعیلی نے ایسا دعوے کر کے خدا تعالے پر افترا نہین کیا اور یہ دعوے سچا ہے۔ پھر اسی سیرۃ مین لکھا ہے کہ حضرت حمزہ علیہ السلام کے اسلام لانیکے بعد عتبہ بن ربیعہ نے ایک دن قوم سے کہا جبکہ وہ لوگ تعجب اور رنج سے دیکھ رہے تھے کہ اسلام دن بدن بڑھتا چلا جاتا ہے یا معشر قریش الا اقوم الے محمد فاکلمہ واعرض علیہ امور العلیہ یقبل بعضہا فنعطیہ ایہا شاء و یکف عنا فقالوا بلی یا ابا الولید قم الیہ فکلمہ فقام الیہ عتبۃ حتی جلس الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا ابن اخی انک منا حیث قد علمت من السطۃ فی العشیرۃ والمکان فی النسب الخ۔ اے قوم قریش اگر تم پسند کرو تو مین محمد سے بات چیت کرون اور کچھ باتین پیش کرون ممکن ہے کہ وہ کسی امر کو قبول کر لے۔ اور جس بات کو وہ قبول کرے ہم بھی اسپر راضی ہو جائین اور اس طرح وہ ہمارا پیچھا چھوڑ دے۔ انہون نے کہا بہت بہتر آپ ان سے کلام کرین۔ پھر عتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین گیا اور آپ سے مخاطب ہو کر کہا اے برادر زادے تجھے خوب علم ہے کہ ہم تجھے قبیلہ مین کسقدر اکرم اور برگزیدہ اور صاحب مجدت و رفعت مانتے اور بلحاظ نسب کے تجھے اعلے درجہ کا یقین کرتے ہین۔ پھر اسی کتاب مین لکھا ہے کہ کعبہ کو نئے سر سے تعمیر کرنیکے وقت جب قریش مین نزاع کھڑی ہو گئی کہ رکن اسود کو کون نصب کرے اور قریب تھا کہ فتنہ کی آگ مشتعل ہو کر بہت سے خاندانون کو راکھ کر دیتی

ابوامیہ بن مغیرہ نے جو سب میں بڑا تھا کہا۔ اجعلوا بینکم فیما تختلفون اول من یدخل من باب ہذا المسجد تقضی بینکم ففعلوا فکان اول داخل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فلما راوہ قالوا ہذا الامین رضینا ہذا محمد۔ تم اس اختلاف اور نزاع کے معاملہ مین ایسے شخص کو حکم مان لو جو اس مسجد کے دروازہ سے سب سے پہلے داخل ہو ان سب نے منظور کیا۔ پھر ایسا ہوا کہ سب سے اول داخل ہونیوالا شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے لوگ آپکو دیکھکر پکار اٹھے۔ یہ **الامین** ہے ہم اسپر راضی ہین یہ محمد ہے۔ اسکے آگے ابن ہشام لکھتے ہین۔ وکانت قریش تسمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبل ان ینزل علیہ الوحی الامین یعنی قریش نزول وحی سے پہلے ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو الامین کہا کرتے تھے۔ اسی طرح ایک موقعہ پر حضرت ابن ہشام کس محبت اور عاشقانہ ادا سے لکھتے اور امر واقع کی گواہی دیتے ہین۔ فشب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واللہ تعالے یکلؤہ ویحفظہ ویحوطہ من اقذار الجاہلیۃ لما یرید بہ من کرامتہ ورسالتہ حتی بلغ ان کان رجلا افضل قومہ مروۃ واحسنہم خلقا واکرمہم حسبا واحسنہم جوارا واعظمہم حلما واصدقہم حدیثا واعظمہم امانۃ وابعدہم من الفحش والاخلاق التی تدنس الرجال تنزہا وتکرما حتی ما اسمہ فی قومہ الا الامین لما جمع اللہ فیہ من الامور الصالحۃ۔ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بڑھتے اور پھولتے اور اللہ تعالے آپ کی پاسبانی اور حفاظت فرماتا اور آپکو جاہلیت کے تمام عیبون اور گندونسے بچاتا اس لئے کہ آپکو اپنا رسول اور مورد فضل وکرم بناتا تھا تاآنکہ آپ سن بلوغ کو پہنچکر ایسے مرد نکلے کہ ساری قوم سے مروت مین افضل خلق مین احسن۔ حسب مین اکرم۔ ہمسائیونسے حسن سلوک مین احسن حلم مین اعظم۔ بات مین اصدق۔ امانت مین اعظم اور ان تمام اخلاق سے جو مردونکے دامن کو آلودہ اور چرکین کردیتی ہین اور ہر قسم کی بدگفتاری اور بدکرداری سے پاک تھے چنانچہ ان سب امور کے لحاظ سے قوم مین آپ الامین کے نام سے مشہور ہو گئے +

غرض یہ سب شہادتین ہین ایسی قوم کے منہ سے جنکے نزدیک کسی کی تعریف کرنا سرخ موت کے اختیار کرنے سے زیادہ گران تھا اور یہ ایسے وقتون کی گواہیان ہین کہ جب آپ زندگی کے اس چبوترہ پر جلوہ فرما ہوئے تھے جہان بیٹھکر عرف اور عادت کے نزدیک بہت ہی تھوڑے بے عیب ثابت ہوئے ہین۔ یہ درحقیقت خدا تعالے کے فضل اور بڑے شکر کی بات ہے کہ اسلام کی وہ ساری کتابین جو کتب سیر کے نام سے مشہور ہین اور احادیث کی کتابین جو تاریخی اور تنقیدی لحاظ سے بھی تمام دنیا کی مذہبی اور مقدس کتابون سے بڑھی ہوئی ہین اور وہ دواوین اشعار جو جاہلیت کیطرف منسوب ہین یہ ساری کتابین بالاتفاق گواہی دیتی ہین کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نبوت سے قبل اور بعد دونون زمانون مین قوم کے عرف اور رسم اور عادت اور الفت کے لحاظ سے مسلّم پاک اور بے داغ مانے گئے۔ کوئی تاریخ گواہی نہین دے سکتی کہ کسی مامور مصلح کی زندگی کی کتاب ایسی صاف اور خوشخط لکھی ہوئی موجود ہو اور پھر ایسی صحیح اور مبلغ ہو کہ جلدون کی جلدین پڑھ کر بھی عدو کو نکتہ چینی کے لئے ایک حرف پر بھی ٹھہرنے کا موقع نہ مل سکے۔

میں بڑی دلیری اور بصیرۃ سے دعوے کرتا ہوں کہ پہلے اور پچھلے زمانوں میں ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص ہیں جو انسان تاریخ ہیں اس لیے کہ آپ نے وہ کام کیے اور وہ نشان چھوڑے ہیں جنہیں تاریخ فخر و ناز سے اپنے صحیفوں میں جگہ دیتی ہے اور آپ ایک ہی بے داغ اور بے عیب انسان ہیں کہ جن کی پیدائش اور طفولیت اور جوانی اور بڑھاپے اور انجام کی زندگی کے اوراق کو پبلک کی آنکھوں کے آگے کھولکر رکھ دینے سے تاریخ کبھی شرمندہ نہیں ہوتی اور تاریخ بھی آپ ہی کے اسم گرامی کیطرف مضاف ہو کر واقعی اور معنی خیز ترکیب بن سکتی ہے یا اسے یوں تعبیر کرو کہ آپ ہی ایک گرامی اور مسلم اور واقعی شخص ہیں کہ جن کی سوانح زندگی ابتدا سے آخر تک دنیا میں محفوظ ہیں اور اس خصوص میں مصلحان عالم کے گروہ سے کوئی بھی آپ کا شریک نہیں۔ غرض صرف ایک ہی شخص کے لحاظ سے ہسٹری آف محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور محمد آف ہسٹری دونوں ترکیبیں درست اور واقعی ہیں ✤ (باقی دارد) عبدالکریم

٭ حضرت مسیح موعودؑ کی ایک تقریر کا خلاصہ

آپ نے جو مجھ سے آج تعلق بیعت کیا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ کچھ بطور نصیحت چند الفاظ تمہیں کہوں۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان کی زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگر کوئی شخص خدا پر ایمان رکھے اور پھر قرآن کریم پر غور کرے کہ خدا تعالٰے نے کیا کچھ قرآن میں فرمایا ہے تو وہ شخص دیوانہ وار دنیا کو چھوڑ خدا کا ہو جاوے۔ یہ بالکل سچ کہا گیا ہے کہ دنیا روزے چند عاقبت با خداوند۔ اب خدا کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص خدا کیطرف آنا چاہتا ہے اور فی الواقعہ اسکا دل ایسا نہیں کہ اس نے دین کو دنیا پر مقدم کیا ہو تو وہ خدا کے نزدیک قابل سزا ٹھہرتا ہے۔ ہم اس دنیا میں دیکھتے ہیں کہ اسکے مقاصد حاصل کرنیکے لیے جبتک کافی حصہ اپنا ان کی طلب میں خرچ نہ کردیں وہ مقاصد حاصل ہونے ناممکن ہیں۔ مثلاً اگر طبیب ایک دوائی اور اس کی ایک مقدار مقرر کردے اور ایک بیمار وہ مقدار دوائی کی تو نہیں کھاتا بلکہ تھوڑا حصہ اس دوائی کا استعمال کرتا ہے تو اسکو کیا فائدہ اس سے ہوگا۔ ایک شخص سخت پیاسا ہے تو ممکن نہیں کہ ایک قطرہ سے اس کی پیاس دور ہوسکے۔ اسی طرح جو شخص بھوکا ہے وہ ایک لقمہ سے سیر نہیں ہوسکتا اسی طرح خدا تعالٰے یا اسکے رسولؐ پر زبانی ایمان لے آنا یا ایک ظاہر رسم کے طور پر بیعت کرلینا بالکل بے سود ہے۔ جبتک انسان پوری طاقت سے خدا تعالیٰ کی راہ میں نہ لگجاوے۔ نفس کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ انسان پورے طور پر وہ حصہ لے جو روحانی زندگی کیلئے ضروری ہے۔ صرف یہ خیال کہ میں مسلمان ہوں کافی نہیں میں نصیحت کرتا ہوں کہ آپنے جو تعلق مجھ سے پیدا کیا ہے (خدا تعالٰے اس میں برکت ڈالے) اسکو بڑھانے اور مضبوط کرنیکی فکر میں ہر وقت

٭ یہ تقریر حضرت اقدس علیہ السلام نے بمقام گورداسپور ۲۰ مئی ۱۹۰۴؁ء کو بعد از نماز عصر کی تھی۔ تحریک کا باعث چند احباب حیدرآباد دکن کے تقو
چند ان سوالات حضرت علیہ السلام کے حضور پیش [illegible] ✤

لگے رہیں لیکن یاد رہے کہ صرف اقرار ہی کافی نہیں جبتک عملی رنگ سے اپنے آپ کو رنگین نہ کیا جاوے۔ خدا تعالے فرماتا ہے احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وہم لا یفتنون الخ یعنی کیا انسانوں نے گمان کر لیا ہے کہ ہم صرف آمنا کہکر ہی چھٹکارا پا لینگے اور کیا وہ آزمائش میں ڈالے نہ جاوینگے سو اصل مطلب یہ ہے کہ یہ آزمائش اسی لئے ہے کہ خدا تعالے دیکھنا چاہتا ہے کہ آیا ایمان لانیوالے نے دین کو بھی دنیا پر مقدم کیا ہے یا نہیں آج کل اس زمانہ میں جب لوگ خدا کی راہ کو اپنے مصالح کے برخلاف پاتے ہیں یا بعض جگہ حکام سے انکو کچھ خطرہ ہوتا ہے تو وہ خدا کے راہ سے انکار کر بیٹھتے ہیں ایسے لوگ بے ایمان ہیں وہ نہیں جانتے کہ فی الواقعہ خدا ہی احکم الحاکمین ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ خدا کی راہ بہت دشوار گذار ہے اور یہ بالکل سچ ہے۔ کہ جبتک انسان خدا کی راہ میں اپنی کھال اپنے ہاتھ سے نہ اتار لے تب تک وہ خدا کی نگاہ میں مقبول نہیں ہوتا ہمارے نزدیک بھی ایک بیوفا نوکر کسی قدر و منزلت کے قابل نہیں جو نوکر صدق و وفا نہیں دکھلاتا وہ قبولیت نہیں پاتا۔ اسی طرح جناب الٰہی میں وہ شخص پرلے درجہ کا بے ادب ہے جو چند روزہ دنیوی منافع پر نگاہ رکھکر خدا کو چھوڑتا ہے۔ بیعت سے مراد خدا تعالے کو جان سپرد کرنا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے اپنی جان آج خدا کے ہاتھ بیچدی۔ یہ بالکل غلط ہے کہ خدا کی راہ میں چلکر انجام کار کوئی شخص نقصان اٹھاوے۔ صادق کبھی نقصان نہیں اٹھا سکتا۔ نقصان اسی کا ہے جو کاذب ہے جو دنیا کے لئے بیعت کو اور عہد کو جو اللہ تعالے سے اس نے کیا ہے توڑ رہا ہے وہ شخص جو محض دنیا کے خوف سے ایسے امور کا مرتکب ہو رہا ہے وہ یاد رکھے کہ بوقت موت کوئی حاکم یا بادشاہ اسے نہ چھوڑا سکے گا اس نے احکم الحاکمین کے پاس جانا ہے جو اس سے دریافت کریگا کہ تو نے میرا پاس کیوں نہ کیا اسلئے ہر مومن کے لئے ضروری ہے کہ خدا جو مالک السموات والارض ہے اس پر ایمان لاوے اور سچی توبہ کرے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ امر بھی یونہی حاصل نہیں ہوتا ہے خدا ہی یہ امر دلمیں بٹھا تو بیٹھ سکتا ہے سو اسکے لئے دعا بکار ہے +

جو شخص اللہ تعالٰی کی راہ میں صدق سے قدم اٹھاتا ہے اسکو ایک عظیم الشان طاقت اور خارق عادت قوت دیجاتی ہے مومن کے دل میں ایک جذب ہوتا ہے کہ جس قوت جاذبہ کے ذریعہ وہ دوسروں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ اگر تم میں جذب محبت خدا کی راہ میں کافی ہو۔ تو پھر کیوں لوگ تمہاری طرف نہ کھینچے آویں اور کیوں تم میں ایک مقناطیسی طاقت پیدا نہ ہو جاوے۔ دیکھو قرآن میں سورۂ یوسف میں آیا ہے۔ ”ولقد ہمت بہ وہم بہا لولا ان را برہان ربہ“۔ یعنے جب زلیخا نے یوسف کا قصد کیا یوسف بھی زلیخا کا قصد کرتا اگر ہم حائل نہ ہوتے۔ اب ایکطرف تو یوسف جیسا متقی نبی۔ اور اسکے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بنی زلیخا کیطرف مائل ہو ہی چکا تھا۔ اگر ہم نہ روکتے۔ اسمیں سر یہ ہے کہ انسان میں ایک کشش محبت ہوتی ہے زلیخا کی کشش محبت اسقدر

غالب آگئی تھی کہ اس کشش نے ایک متنفّس کو بھی اپنی طرف کھینچ لیا۔ سو جائے شرم ہے کہ ایک عورت مین جذب اور کشش اسقدر ہو کہ اسکا اثر ایک مضبوط دلیر ہو جاوے اور ایک شخص جو مومن ہونیکا دعوے کرتا ہے اس مین جذب محبت الٰہی اس قدر نہ ہو کہ لوگ اس کی طرف کھینچے چلے آوین۔ یہ عذر قابل پذیرائی نہین کہ زبان مین یا وعظ مین اثر نہین۔ اصلی نقص قوت جاذبہ مین ہے جبتک وہ کامل نہین تب تک زبانی خالی باتو نسے کچھ حاصل نہین ہوتا۔

اور ہمارے مسائل سو وہ بھی بالکل صاف ہین۔ مثلاً قرآن کی یہ آیت **فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم**۔ اس مین ایک سوال جواب ہے خدا تعالےٰ نے مسیح علیہ السلام سے پوچھیگا کہ کیا تونے لوگونکو ایسی تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری مان کو معبود بنا لیتا تو وہ جواب مین عرض کرینگے کہ بار الٰہا جبتک مین زندہ رہا اور ان مین رہا مین نے تو ان کو ایسی تعلیم نہین دی۔ البتہ جب تو نے مجھکو مار دیا تو پھر تو ہی انکا نگران حال تھا۔ مجھے کوئی علم نہین کہ میرے پیچھے انہون نے کیا کیا۔ یہ کیسی موٹی بات ہے کہ خود مسیح اپنی وفات کا اقرار کرتے ہین وہ کہتے ہین کہ عیسائی اگر بگڑے تو میری وفات کے بعد بگڑے۔ جبتک مین ان مین زندہ رہا تب تک وہ صحیح عقیدے پر قائم تھے۔ اب اگر عیسائی بگڑ گئے ہین تو بالضرور مسیح مر چکا ہے۔ اور اگر مسیح آج تک نہین مرا تو پھر عیسائی بھی نہین بگڑے۔ اور اگر عیسائی نہین بگڑے تو بالضرور عقیدہ الوہیت مسیح بھی درست ہے۔ پھر مسیح ؑ کا یہ کہدینا کہ مجھے تو انکے بگڑنیکا علم نہین جیسے کہ اسی آیت سے پایا جاتا ہے کیا یہ جواب ان کا جھوٹا نہین ہوگا۔ اگر ان کا دوبارہ دنیا مین آنا درست ہے کیونکہ یہ سوال جواب تو قیامت کو ہوگا۔ اور اگر انہون نے دوبارہ دنیا مین آکر چالیس سال رہنا ہے۔ اور عیسائیون اور کفار کو قتل کر کے اسلام کو پھیلانا ہے۔ تو بالضرور انہون نے عیسائیون کی بگڑی ہوئی حالت کو دیکھ لیا ہے اور اس بگڑی ہوئی حالت کو دیکھکر وہ دوبارہ اس دنیا سے تشریف لے جاوینگے تو پھر جناب مسیح کا یہ جواب دینا خدا کے حضور مین دروغ بیانی ہے کیا وہ احکم الحاکمین نہ کہیگا کہ تو تو دوبارہ دنیا مین گیا اور تو نے دیکھ لیا کہ میری امت بگڑ چکی تھی۔ ایک مجازی حاکم کے آگے غلط بیانی دروغ حلفی کے جرم کا خطرناک ارتکاب ہے۔ چہ جائیکہ ایک عالم الغیب حاکم کی جناب مین ایسی دروغ بیانی بیجا۔ تو گویا اس آیت نے بڑی صفائی کے ساتھ ایک طرف مسیح کی وفات کو ثابت کر دیا اور دوسری طرف انکے دوبارہ دنیا مین تشریف لانیکا بطلان کر دیا اسکے مقابل جب ہم حدیثوں پر غور کرتے ہین تو وہان سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ حضرت رسالتمآب نے فرمایا اور یہ متفق علیہ حدیث ہے کہ مین نے جناب مسیح کو حضرت یحییٰ کے ساتھ دیکھا۔ حضرت یحییٰ کا مر جانا اور ان کا اس جماعت مین داخل ہونا جن کی قبض روح ہو چکی ہے ثابت شدہ امر ہے۔ اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مسیح ؑ بلا قبض روح و انتقال کرنیکے ایک ایسے شخص کا جلیس ہو جو دنیا سے مر چکا ہے اب ایکطرف قول خدا اور دوسری طرف رؤیت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہو وفات

مسیح اور ان کا دوبارہ دنیا مین واپس نہ آنا قطعی ثابت ہوگیا۔ اب بھی یہ لوگ اگر عقیدہ حیات مسیح سے باز نہ آوین تو یہی سمجھا جاویگا کہ سچی ہدایت اور سعادت صرف خدا کیطرف سے ہے انکے حال پر تو پھر سعدی کا یہ قول صادق آتا ہے آنکس کہ بقرآن وخبر زو نہ رہی + اینست جوابش کہ جوابش ندہی + رہا یہ کہ آنیوالا کون ہے اسکا فیصلہ بھی قرآن و حدیث نے کر دیا ہے سورہ نور نے صاف طور پر بیان کیا ہے کہ رسول اکرم ؐ کے خلفا اس امت مین سے ہونگے۔ بخاری اور مسلم کا بھی یہی مذہب ہے کہ آنیوالا مسیح اس امت مین سے ہوگا۔ اب ایک طرف قرآن و حدیث بنی اسرائیلی مسیح کی موت اور اسکے دوبارہ نہ آنیکو بیان کرتے ہین دوسری طرف یہی قرآن و حدیث آنیوالے مسیح کو اسی امت مین سے ٹھہراتے ہین تو پھر اب انتظار کس بات کا ہے۔ اب علامات کو بھی دیکھ لیا جاوے۔ صدی کے سر پر مجدد کا آنا سب نے تسلیم کیا ہے اور یہ بھی مانا ہے کہ مسیح بھی بطور مجدد صدی کے سر پر آویگا صدی مین سے بائیس سال گذر گئے اور اسوقت تک مجدد نظر نہین آیا آخر اس صدی کے سر پر جس مجدد نے آنا تھا وہ کہان ہے۔ مہدی کا نشان کسوف و خسوف تھا جو رمضان مین ہوتا تھا۔ اس کسوف و خسوف پر بھی آٹھ سال گذر گئے مہدی نہ آیا۔ اگر یہ کہا جاوے کہ نشان تو ہوگیا لیکن صاحب نشان بعد مین آویگا تو یہ عقیدہ بڑا فاسد ہے اور قسم قسم کے فسادات کی بنا ہے۔ اگر ایک زمانہ کے بعد کچھ مطلب الشان مہدویت کے مدعی ہوجاوین تو پھر ان مین کون فیصلہ کریگا ضرور ہے کہ صاحب نشان نشان کے ساتھ ہو۔ یہ لوگ ممبر و نبر پر چڑھکر صدی کے سرے کو اور کسوف و خسوف کو یاد کیا کرتے اور روتے تھے لیکن جب وہ وقت آیا تو یہی لوگ دشمن بنگئے۔ حدیث کے مطابق تمام نشان واقع ہوگئے لیکن یہ لوگ اپنی ضد سے باز نہین آتے کسوف خسوف کا عظیم الشان نشان ظاہر ہوگیا لیکن خدا کے اس نشان کی قدر نہ کی گئی۔ اسی طرح کل انبیاء کی کتب سابقہ اور قرآن و حدیث مین ایک اور بلا کیطرف اشارہ تھا جو کسوف خسوف کے آسمانی نشان کے بعد آنیوالا تھا اور وہ طاعون ہے جو وہ بھی مسیح کے زمانہ سے وابستہ تھی یہ ایک خطرناک مصیبت ہے جس کی طرف ہر ایک اولوالعزم نبی نے بالتصریح یا بالاجمال اشارہ کیا ہے طاعون آگئی۔ لاکھوں انسان تباہ ہوگئے اور نہ معلوم کب تک اسکی تباہی چلتی رہیگی لیکن جس موعود کے زمانہ کی شناخت کا یہ نشان ہے اسے ابتک ان لوگون نے نہ پہچانا۔ اسی طرح زمین اور آسمان نے شہادت دی۔ لیکن ان شہادتونکو ردی سمجھا گیا۔ خدا غیور ہے اور وہ اپنی غیرت دکھلائیگا ایک مجازی حاکم عدول حکمی پسند نہین کرتا تو وہ احکم الحاکمین غیور خدا کب اس عدول حکمی کو بلا سزا چھوڑیگا ایک اور نشان اس زمانہ کا وہ نئی سواری تھی جس نے اونٹونکو بیکار کر دیا تھا۔ قرآن نے **واذا العشار عطلت**۔ (جب اونٹنیان بیکار ہوجاوین گی) کہکر اس زمانہ کا پتہ بتلایا۔ حدیث نے مسیح کے نشان مین یون کہا "لیترکن القلاص فلا یسعی علیہا" پھر یہ نشان کیا پورا نہ ہوا حتے کہ اس سرزمین مین بھی جہان آج تک اونٹنی کی سواری تھی اور بغیر اونٹونکے گذارہ نہ تھا۔ وہان بھی اس سواری کا انتظام ہوگیا

اور چند سالون مین اونٹون کی سواری کا نام نشان نہین ملیگا- اونٹنیان بیکار ہوگئین- مقرر کردہ نشان پورے ہوگئے- لیکن جس کا یہ نشان تھا- وہ پہچانا نہ گیا- یہ امور بھی میرے اختیار مین تھے کہ ایک طرف تو مین دعوے کرون- اور دوسری طرف یہ نشان پورے ہوتے جاوین- کیا آسمانی نظام پر بھی میرا دخل ہے جو کسوف و خسوف موعود کو پیدا کر لیتا- یا میرے ہاتھ مین کوئی ایسے مواد ہین جن سے زمین پر موعود طاعون پیدا ہوگئی- یا حج کا روکنا جو یہ بھی مسیح کا نشان تھا- کیا یہ بھی میرے اشارہ سے ہوا- اسی طرح بیسیون نشان زمانہ مسیح کے ساتھ وابستہ تھے وہ سب پورے ہوگئے- خدا تعالےٰ نے کونسی حجت کو ان پر پورا نہین کیا- لیکن ان کا انکار ابھی اسی طرح ہے- اصل بات یہ ہے کہ زمانہ مین دہریت پھیلی ہوئی ہے جو خفیہ خفیہ سب دلو نپر اثر کر رہی ہے- خشیت الٰہی ون بدن مفقود ہو رہی ہے- کان رکھتے ہین پر سن نہین سکتے- آنکھین رکھتے ہین پر نہین دیکھتے- دل رکھتے ہین پر نہین سمجھتے یہی وجہ ہے کہ انکار ہے ورنہ معاملہ تو بہت ہی صاف تھا- میری کتابونکے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کسقدر اتمام حجت کیگئی ہے اب انکے پاس کوئی جواب نہین خدا نے قوی دلائل سے انکار رگ و ریشہ کاٹ دیا ہے لیکن یہ نہین دیکھتے۔

ایک مامور کی شناخت کے تین طریق ہین- نقل- عقل- تائیدات سماوی- اب دیکھنا چاہئیے کہ یہ تینون امور اس سلسلہ کے مؤید ہین- دانیال اور دیگر انبیائ نے تو اسکے آنیکا زمانہ مقرر کر دیا ہے حتی کہ صدی اور سال بھی مقرر کر دیا ہے- تمام عیسائیون مین ایک قسم کی گھبراہٹ پیدا ہوئی ہے کیونکہ کتب سابقہ کے مطابق مسیح کی آمد کا وقت آچکا ہے اور مسیح ابھی تک آیا نہین- اسلئے بعض علماء آخیر مجبور ہوکر اسطرف گئے ہین کہ مسیح کی آمد ثانی سے مراد کلیسیا کی ترقی ہے جو ہو چکی ہے- اسی طرح ہماری کتب کے مطابق بھی بعثت مسیح کا یہی زمانہ ہے حجج الکرامہ والے نے لکھا ہے کہ کل اہل کشوف اسی طرف گئے ہین کہ مسیح کی آمد ثانی کے لئے چودھوین صدی مقرر ہے شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اسی زمانہ کے لئے اسے چراغ دین کہا ہے- غرضیکہ ہر ایک بزرگ نے جو زمانہ مقرر کیا ہے- وہ چودھوین صدی سے آگے نہین گیا اگرچہ ان مین کچھ اختلاف ہے- چودھوین صدی مین لطیف اشارہ اس طرف تھا کہ دین اسلام چودھوین رات کے چاند کی طرح اس زمانہ مین چمک اٹھیگا جس طرح چاند کا کمال چودھوین رات کو ہوتا ہے اسی طرح اسلام کا کمال کل دنیا مین چودھوین صدی مین ظاہر ہوگا- تیرھوین صدی کی تاریکی ان لوگون مین ضرب المثل ہے بعض کہتے ہین کہ اس صدی کے علماء سے بھیڑیون نے بھی نجات مانگی تھی- یہ لوگ چودھوین صدی کے لئے منتظر تھے- لیکن جب صدی آگئی تو اپنی بدبختی کے باعث انکار کر گئے- اسی طرح قرآن مین ذکر ہے- "ولما جاءہم کتٰب من عند اللہ مصدق لما معہم وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءہم ما عرفوا کفروا بہٖ" اہل کتاب منتظر تھے کہ پیغمبر کے آنے پر وہ اسکے ساتھ ملکر کفار سے جنگ کرینگے- لیکن جب پیغمبر آیا تو انکار پر آمادہ ہوگئے +

عقل کے نزدیک بھی زمانہ مسیح کا یہی معلوم ہوتا ہے اسلام اسقدر کمزور ہو گیا ہے کہ ایک وقت ایک شخص کے مرتد ہو جانے پر اسلام میں شور پڑ جاتا تھا۔ لیکن اب لاکھوں مرتد ہو گئے رات دن مخالفت اسلام میں کتب تصنیف ہو رہی ہیں اسلام کی بیخ کنی کے واسطے طرح طرح کی تجاویز ہو رہی ہیں عقل پسند نہیں کرتی کہ جب خدا نے "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" کا وعدہ دیا ہے وہ اسوقت اسلام کی حفاظت نہ کرے اور خاموش رہے یہ زمانہ کس قسم کی مصیبت کا اسلام پر ہے کہ شرفا کی اولاد دشمن اسلام ہو کر گرجاؤں میں چلے گئے اور کھلے طور پر رسول اکرمؐ کی توہین ہو رہی ہے ہر ایک قسم کی گالی اور سب و شتم میں آنحضرتؐ کو یاد کیا جاتا ہے۔ ان تمام امور کو بہیئت مجموعی اگر دیکھا جائے تو عقل کہتی ہے کہ یہی وقت خدا کی تائید کا ہے اور میں تم کو سچ کہتا ہوں کہ اگر یہ سلسلہ قائم نہ ہوتا تو اسلام برباد ہو چکا تھا۔ سو خدا کے وجود کا یہ بھی ایک نشان ہے کہ عین ضرورت کے وقت خدا تعالے نے اس سلسلہ کو قائم کیا اور عین مصیبت کے وقت اسلام کو سنبھالا +

تائیدات سماوی بھی اگر دیکھی جاویں تو یہاں بھی ایک بڑا خزانہ ہے۔ خدا تعالے نے اپنے فضل سے ہزارہا نشان میرے ہاتھ پر ظاہر کئے اگر میں ان تمام نشانوں کو جمع کروں جو ہر روز میں اور میرے ساتھ رہنے والے دیکھتے ہیں تو ان کی تعداد لاکھ کے قریب ہو جاتی ہے۔ قطع نظر اسکے صرف براہین احمدیہ کے بعض الہامات کو دیکھا جاوے چوبیس برس ہوئے کہ یہ کتاب تصنیف ہوئی جو اسوقت مکہ مدینہ مصر بخارا۔ لنڈن اور ایسا ہی ہندوستان کے ہر ایک حصہ میں پہونچ گئی۔ کئی ایک پادریوں اور دیگر مخالفین اسلام کے گھروں میں اسوقت پہونچ گئی۔ اب اس کتاب میں مثلاً لکھا ہے کہ خدا کیطرف سے مجھے ارشاد ہے کہ اسوقت تو اکیلا ہے اور تیرے ساتھ کوئی نہیں لیکن ایک وقت آویگا کہ لوگ تیرے پاس دور دور سے آوینگے (یاتون من کل فج عمیق) تو لوگوں میں پہچانا جاویگا اور تیری شہرت کیجاوے گی۔ تیری امداد اور تائید کو دور دور سے لوگ آوینگے۔ پھر کہا کہ لوگ کثرت سے آوینگے اور تو ان سے نرمی اور اخلاق سے پیش آنا۔ ان کی ملاقات سے مت گھبرانا (ولا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس) پھر آخر کار فرمایا اذا جاء نصر اللہ والفتح۔ وانتہی امر الزمان الینا۔ الیس ہذا بالحق۔ یعنے جب خدا کی فتح اور نصرت آویگی۔ اور زمانہ کا امر ہماری طرف منتہی ہوگا تو اسوقت کہا جائیگا کہ کیا یہ سلسلہ حق نہیں۔ اب لاہور اور امرت سر کے لوگ اور ایسا ہی پنجاب کے اکثر لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ براہین کی اشاعت کیوقت مجھے کوئی جانتا نہیں تھا حتے کہ قادیان میں بھی بہت کم لوگ ہونگے جو مجھے پہچانتے ہونگے۔ پھر یہ امور کس طرح پورے ہو رہے ہیں۔ اگرچہ یہ پیشگوئیاں بدرجہ اتم ابھی پوری نہیں ہوئیں لیکن جسقدر ان الہامات کا ظہور ہو رہا ہے وہ طلب حق کے لئے کافی ہے۔ اب کیا یہ میری بناوٹ ہے کیا ایک انسان

آج سے چوبیس سال پہلے آج کل کے واقعات کا نقشہ کھینچ سکتا ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ ہزارہا مخلوق کا مرجع ہوگا خصوصاً جبکہ ایک مدت تک ان امور کا ظہور نہ ہوا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ امور کسی فراست کا نتیجہ نہیں ہو سکتے۔ ان امور کو دیکھ کر مین کہہ سکتا ہون کہ جسقدر نشانات خداتعالے نے میری تائید مین ظاہر کئے وہ اپنی تعداد اور شوکت مین ایسے ہین کہ بجز حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کل انبیاء و مرسلین سے ایسے ثابت نہین ہوئے لیکن اس مین میرا کیا فخر ہے۔ یہ سب کچھ تو اس پاک نبی کی فضیلت ہے جسکی امت مین ہونیکا مجھے فخر حاصل ہے۔ پھر مین کہتا ہون کہ آج کل کے پیرزادون اور سجادہ نشینون کو آزماؤ۔ کسی پادری یا کسی مذہب کے سرگروہ کو میرے مقابل مین لاؤ خداتعالے نشان نمائی مین بالضرور اسکو میرے مقابل شرمندہ اور ذلیل کریگا۔ یہان تو نشانون کا دریا بہ رہا ہے۔ میرے دوست اس الہام سے خوب واقف ہین جو دس بارہ سال ہوئے خداتعالے نے مجھے فرمایا **انی مھین من اراد اھانتک وانی معین من اراد اعانتک**۔ اس ایک الہام کو کسقدر مختلف مواقع اور محل پر میرے دوستون نے پورا ہوتے دیکھا۔ کس طرح لوگون نے میری اہانت اور تذلیل کے لئے بیڑے اٹھائے اور کس طرح وہ خود ہی ذلیل اور خوار ہوگئے اسکی ایک مثال نہین بلکہ کئی ایک مثالین ہین ہان یہ ضرور ہے کہ ان نشانات کو دیکھکر بھی لوگ ابھی گمراہ ہین سو بات یہ ہے کہ دنیا مین ہمیشہ سے دو گروہ چلے آئے ہین ایک سعید دوسرا شقی۔ ابوجہل نے ہزارون نشان دیکھے لیکن وہ کافر ہی رہا۔ سو اس صورت مین مومن کے لئے ضرور ہے کہ وہ دعا مین لگا رہے

آپ نے جو آج مجھ سے بیعت کی ہے یہ تخم ریزی کی طرح ہے۔ چاہئے کہ آپ مجھ سے اکثر ملاقات کرین اور اس تعلق کو مضبوط کرین جو آج قایم ہوا ہے۔ جس شاخ کا تعلق درخت سے نہین رہتا وہ آخرکار خشک ہوکر گر جاتی ہے جو شخص زندہ ایمان رکھتا ہے وہ دنیا کی پروا نہین رکھتا دنیا ہر طرح ملجاتی ہے۔ دنیا پر دین کو مقدم رکھنے والا ہی مبارک ہے لیکن جو دنیا کو دین پر مقدم رکھتا ہے وہ ایک مردار کی طرح ہے۔ جو کبھی سچی نصرت کا منہ نہین دیکھتا۔ یہ بیعت اسوقت کام آسکتی ہے جب دین کو مقدم کرلیا جاوے۔ اور اس مین ترقی کرنیکی کوشش ہو۔ بیعت ایک بیج ہے جو آج بویا گیا اب اگر کوئی کسان صرف زمین مین تخم ریزی پر ہی قناعت کرے اور پھل حاصل کرنیکے جو جو فرائض ہین ان مین سے کوئی ادا نہ کرے نہ زمین کو درست کرے اور نہ آبیاری کرے اور نہ موقعہ بے موقعہ مناسب کھاد زمین مین ڈالے نہ کافی حفاظت کرے تو کیا وہ کسان کسی پھل کی امید کرسکتا ہے۔ ہرگز نہین اسکا کھیت بالضرور تباہ اور خراب ہوگا کھیت اسی کا رہیگا۔ جو پورا زمیندار بنے گا۔ سو ایک طرح کی تخم ریزی آپ نے بھی آج کی ہے۔ خدا جانتا ہے کہ کس کے مقدر مین کیا ہے لیکن خوش قسمت وہ ہے جو اس تخم کو محفوظ رکھے اور اپنے طور پر ترقی کے لئے دعا کرتا رہے۔ مثلاً نمازون مین ایک

قسم کی تبدیلی ہونی چاہیئے مین دیکھتا ہون کہ آج کل لوگ جس طرح نماز پڑھتے ہین وہ محض ٹکرین مارنا ہے ان کی نماز مین اس قدر بھی رقت اور لذت نہین ہوتی جس قدر نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مین ظاہر کرتے ہین۔ کاش یہ لوگ اپنی دعائین نماز مین ہی کرتے شاید ان کی نمازون مین حضور اور لذت پیدا ہو جاتا اسلئے مین حکماً آپکو کہتا ہون کہ سردست آپ بالکل نماز کے بعد دعا نہ کرین اور وہ لذت اور حضور جو دعا کے لئے رکھا ہے دعاؤنکو نمازون مین کرنیسے پیدا کرین میرا مطلب یہ نہین کہ نماز کے بعد دعا کرنی منع ہے لیکن مین چاہتا ہون کہ جبتک نماز مین کافی لذت و حضور پیدا نہو نماز کے بعد دعا کرنے مین نماز کی لذت کو مت گنواؤ۔ ہان جب یہ حضور پیدا ہو جائے تو کوئی ہرج نہین سو بہتر ہے کہ نماز مین دعائین اپنی زبان مین مانگو جو طبعی جوش کسی کی مادری زبان مین ہوتا ہے وہ ہرگز غیر زبان مین پیدا نہین ہو سکتا سو نمازون مین قرآن اور ماثورہ دعاؤنکے بعد اپنی ضرورتون کو ہر رنگ دعا اپنی زبان مین خدا تعالے کے آگے پیش کرو تاکہ آہستہ آہستہ تمکو حلاوت پیدا ہو جائے سب سے عمدہ دعا یہ ہے کہ خدا کی رضامندی اور گناہ سے نجات حاصل ہو کیونکہ گناہو نسے ہی دل سخت ہو جاتا اور انسان دنیا کا کیڑا بنجاتا ہے۔ ہماری دعا یہ ہونی چاہیئے کہ خدا تعالے ہم سے گناہونکو جو دل کو سخت کر دیتے ہین دور کر دے اور اپنی رضامندی کی راہ دکھلائے۔ دنیا مین مومن کی مثال اس سوار کی ہے کہ جو جنگل مین جارہا ہے اور راہ مین بسبب گرمی اور تکان سفر کے ایک درخت کے نیچے سستانے کے لئے ٹھہر جاتا ہے لیکن ابھی گھوڑے پر سوار ہے اور کھڑا کھڑا گھوڑے پر ہی کچھ آرام لیکر آگے اپنے سفر کو جاری رکھتا ہے لیکن جو شخص اس جنگل مین گھر بنالے وہ ضرور درندون کا شکار ہوگا مومن دنیا کو گھر نہین بناتا اور جو ایسا نہین خدا اس کی پروا نہین کرتا۔ نہ خدا کے نزدیک دنیا کو گھر بنانیوالے کی عزت ہے۔ خدا مومن کی عزت کرتا ہے۔ حدیث مین آیا ہے کہ مومن نوافل کے ساتھ خدا کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔ نوافل سے مراد یہ ہے کہ خدمت مقرر کردہ مین زیادتی کیجاوے۔ ہر ایک خیر کے کام مین دنیا کا بندہ تھوڑا سا کر کے سست ہو جاتا ہے لیکن مومن زیادتی کرتا ہے۔ نوافل صرف نماز سے ہی مختص نہین بلکہ ہر ایک حسنات مین زیادتی کرنا نوافل ادا کرنا ہے۔ مومن محض خدا کی خوشنودی کیلئے ان نوافل کی فکر مین لگا رہتا ہے اسکے دل مین ایک درد ہے جو اسے بے چین کرتا ہے اور وہ دن بدن نوافل و حسنات مین ترقی کرتا جاتا ہے اور بالمقابل خدا بھی اسکے قریب ہوتا جاتا ہے۔ حتی کہ مومن اپنی ذات کو فنا کر کے خدا کے سائے تلے آجاتا ہے۔ پھر اس کی آنکھ خدا کی آنکھ اسکے کان خدا کے کان ہو جاتے ہین۔ کیونکہ وہ کسی معاملہ مین خدا کی مخالفت نہین کرتا۔ ایک روایت مین یہ بھی ہے کہ اسکی زبان خدا کی زبان اور اسکا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہو جاتا ہے پھر خدا تعالے فرماتا ہے کہ مجھے کسی بات مین اسقدر تردد نہین ہوتا جسقدر مومن کی جان نکالنے مین تردد ہوتا ہے۔ یون تو خدا کی ذات سب

تردّدات سے پاک ہے لیکن یہ فقرہ جو فرمایا تو مومن کے اکرام کے لئے فرمایا۔ اب دوسرے لوگ کیڑے مکوڑوں کی طرح مرجاتے ہیں لیکن مومن کا معاملہ دگرگون ہے مجھے یہ سمجھ آتی ہے کہ جو صلحاءُ اور انبیاء کی زندگی آئے دن طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا رہتی ہے اور بعض وقت ان کو خوفناک امراض لاحق ہو جاتے ہیں جیسے کہ ہمارے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت تھی۔ یہ اس تردّد کا اظہار ہے جسکا اوپر ذکر ہوا ہے گویا اللہ تعالے اس سے معاملہ ایسا کرتا ہے جیسا کہ ایک انسان تردّد کی حالت میں کرتا ہے۔ اور خوفناک بیماریوں سے اسے نجات دیکر ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ اسے معمولی انسانوں کی طرح ضایع نہیں کرتا۔ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے کہ مومن کی ہر ایک چیز بابرکت ہو جاتی ہے جہان وہ بیٹھتا ہے وہ جگہ دوسروں کے لئے موجب برکت ہوتی ہے اسکا پس خوردہ اوروں کے لئے شفا ہے حدیث میں آیا ہے کہ ایک گنہ گار خدا تعالے کے سامنے لایا جاویگا خدا تعالے اس سے پوچھیگا کہ تونے کوئی نیک کام کیا۔ وہ کہیگا کہ نہیں۔ پھر خدا تعالے اسکو کہیگا کہ فلان مومن کو تو ملا وہ کہیگا۔ خداوندا میں ارادتاً تو کبھی نہیں ملا۔ وہ خود ہی ایک دن مجھے راستہ میں ملگیا۔ خدا تعالے اسے بخشدیگا۔ پھر ایک اور موقع پر حدیث میں آیا ہے کہ خدا تعالے فرشتوں سے دریافت کریگا کہ میرا ذکر کہان پر ہو رہا ہے وہ کہینگے کہ ایک حلقہ مومنین کا تھا جہان دنیا کے ذکر کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ البتہ ذکر الٰہی آٹھوں پہر ہو رہا ہے۔ ان میں یہ ایک دنیا پرست شخص تھا۔ اللہ تعالے فرماویگا کہ میں نے اس دنیادار کو اس ہم نشینی کے باعث بخشدیا۔ انّھم قوم لا یشقی جلیسھم۔ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ جہان ایک مومن امام ہو۔ اسکے مقتدی پیشتر از ینکہ وہ سجدہ سے سر اٹھاوے بخشدیے جاتے ہیں۔

مومن وہ ہے کہ جسکے دلمیں محبت الٰہی نے عشق کے رنگ میں جڑ پکڑ لی ہو۔ اس نے فیصلہ کر لیا ہو کہ وہ ہر ایک تکلیف اور ذلت میں بھی خدا کا ساتھ نہ چھوڑیگا اب جس نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کب کسیکا نفس کہتا ہے کہ وہ ضایع ہوگا۔ کیا کوئی رسول ضایع ہوا۔ دنیا ناخنوں تک انکو ضایع کرنے کی کوشش کرتی ہے لیکن وہ ضایع نہیں ہوتے۔ جو خدا کے لئے ذلیل ہوا وہی انجام کار عزت وجلال کا تخت نشین ہوا۔ ایک ابوبکرؓ کو ہی دیکھو جس نے سب سے پہلے ذلت قبول کی اور سب سے پہلے تخت نشین ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ پہلے کچھ نہ کچھ دکھ اٹھانا پڑتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

ع عشق اول سرکش وخونی بود + تاگریزد ہر کہ بیرونی بود +

عشق الٰہی بیشک اول سرکش وخونی ہوتا ہے تاکہ نااہل دور ہو جاوے۔ عاشقان خدا تکالیف میں ڈالے جاتے ہیں قسم قسم کے مالی اور جسمانی مصائب اٹھاتے ہیں اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ انکے دل پہچانے جاویں۔ خدا تعالے نے یہ امر مقرر کر دیا ہے کہ جبتک کوئی پہلے دوزخ پر راضی نہ ہو جاوے بہشت میں نہیں جاتا

بہشت دیکھنا اسی کو نصیب ہوتا ہے جو پہلے دوزخ دیکھنے کو تیار ہوتا ہے دوزخ سے مراد آیندہ دوزخ نہیں بلکہ اس دنیا میں مصائب شدائد کا نظارہ مراد ہے۔ اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے کہ کافر کے لئے دوزخ بہشت کے رنگ میں اور مومن کے لئے بہشت دوزخ کے رنگ میں متمثل کیا جاتا ہے۔ کافر جو دنیا کا طالب ہے دنیا میں منہمک ہو کر سگ دنیا ہو جاتا ہے۔ مومن ایک عاشق ہے جو دنیا کو طلاق دیکر ہر ایک تکلیف سہنے کو تیار ہوتا ہے۔ اور فی الواقع یہ عشق ہی ہے جو اسے ہر قسم کی تکلیف سہنے کے لئے آمادہ کر دیتا ہے۔ مومن کا رنگ عاشق کا رنگ ہوتا ہے اور وہ اپنے عشق میں صادق ہوتا ہے۔ اور اپنے معشوق یعنے خدا کے لئے کامل اخلاص اور محبت اور جان فدا کرنیوالا جوش اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور تضرع اور ابتہال اور ثابت قدمی سے اسکے حضور میں قائم ہوتا ہے۔ دنیا کی کوئی لذت اسکیلئے لذت نہیں ہوتی۔ اس کی روح اسی عشق میں پرورش پاتی ہے۔ معشوق کیطرف سے استغنا دیکھکر وہ گھبراتا نہیں۔ اس طرف سے خاموشی اور بے التفاتی بھی معلوم کر کے وہ کبھی ہمت نہیں ہارتا۔ بلکہ ہمیشہ قدم آگے ہی رکھتا ہے۔ اور درد دل زیادہ سے زیادہ پیدا کرتا جاتا ہے۔ ان دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے کہ مومن عاشق کیطرف سے محبت الٰہی میں پورا استغراق ہو۔ عشق کمال ہو۔ محبت میں سچا جوش اور عہد عشق میں ثابت قدمی ایسی کوٹ کوٹ کے بھری ہو کہ جسکو کوئی صدمہ جنبش میں لا نہ سکے۔ اور معشوق کیطرف سے کبھی کبھی بے پرواہی اور خاموشی ہو۔ درد دو قسم کی موجود ہو۔ ایک تو وہ جو اللہ تعالےٰ کی محبت کا درد ہو۔ دوسرا وہ جو کسی کی مصیبت پر دل میں درد اٹھے اور خیر خواہی کے لئے اضطراب پیدا ہو اور اس کی اعانت کے لئے بے چینی پیدا ہو۔ خدا تعالےٰ کی محبت کے لئے جو اخلاص اور درد ہوتا ہے اور ثابت قدمی اسکے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ انسان کو بشریت سے الگ کر کے الوہیت کے سایہ میں لا ڈالتا ہے جب تک اس حد تک درد اور عشق نہ پہونچ جائے کہ جس میں غیر اللہ سے محویت حاصل ہو جائے اسوقت تک انسان خطرات میں پڑا رہتا ہے۔ ان خطرات کا استیصال بغیر اس امر کے مشکل ہوتا ہے کہ انسان غیر اللہ سے بکلی منقطع ہو کر اسی کا ہو جائے اور اس کی رضا میں داخل ہونا بھی محال ہوتا ہے اور اسکی مخلوق کے لئے ایسا درد ہونا چاہیئے جس طرح ایک نہایت ہی مہربان والدہ اپنے ناتوان پیارے بچے کے لئے دل میں سچا جوش محبت رکھتی ہے۔ خدا تعالےٰ ایک تعلق چاہتا ہے اور اسکے حضور میں دعا کرانیکے لئے تعلق کی ضرورت ہے بغیر تعلق کے دعا نہیں ہو سکتی۔ پہلے بزرگوں کی بھی اسی قسم کی باتیں چلی آتی ہیں کہ جن سے دعا کرانیوالوں کو دعا کرانے سے پہلے تعلق ثابت کرنے کی تاکید کی۔ خواہ نخواہ بازار میں چلتے ہوئے کسی بے تعلق کو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تو میرا دوست ہے اور نہ ہی اسکے لئے درد دل ہی ہوتا

ہے اور نہ ہی جوش دعا پیدا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق اس طرح نہین ہو سکتا کہ انسان غفلت کاریون مین مبتلا بھی رہے اور صرف منہ سے دم بھرتا رہے کہ مین نے خدا سے تعلق پیدا کر لیا ہے۔ اکیلے بیعت کا اقرار اور سلسلہ مین نام لکھا لینا ہی خدا سے تعلق پر کوئی دلیل نہین ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق کیلئے ایک محویت کی ضرورت ہے۔ ہم بار بار اپنی جماعت کو اس بات پر قائم ہونیکے لئے کہتے ہین کیونکہ جبتک دنیا کیطرف سے انقطاع اور اسکی محبت دلو ٹھنڈی ہو کر اللہ تعالیٰ کیلئے فطرتون مین طبعی جوش اور محویت پیدا نہین ہوتی اسوقت تک ثبات میسر نہین آسکتا۔ بعض صوفیون نے لکھا ہے کہ صحابہ جب نماز مین پڑھا کرتے تھے تو انہین ایسی محویت ہوتی تھی کہ جب فارغ ہوتے تو ایک دوسرے کو پہچان بھی نہ سکتے تھے۔ جب انسان ایسی اور جگہ سے آتا ہے تو شریعت نے حکم دیا ہو کہ وہ آکر السلام علیکم کہے۔ نماز سے فارغ ہونے وقت السلام علیکم و رحمۃ اللہ کے کہنے کی حقیقت یہی ہے کہ جب ایک شخص نے نماز کا عقد باندھا اور اللہ اکبر کہا تو وہ گویا اس عالم سے نکل گیا اور ایک نئے جہان مین جا داخل ہوا گویا ایک مقام محویت پر جا پہونچا پھر جب وہان سے واپس آیا تو السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہکر آن ملا۔ لیکن صرف ظاہری صورت کافی نہین ہو سکتی۔ جبتک دل مین اسکا اثر نہ ہو۔ چھلکون سے کیا ہاتھ آسکتا ہے۔ محض صورت کا ہونا کافی نہین۔ حال ہونا چاہئے۔ علت غائی حال ہی ہے مطلق قال اور صورت جسکے ساتھ حال نہین ہوتا وہ تو الٹی ہلاکت کی راہین ہین۔ انسان جب حال پیدا کر لیتا ہے اور اپنے حقیقی خالق و مالک سے ایسی سچی محبت اور اخلاص پیدا کر لیتا ہے کہ بے اختیار اس کی طرف پرواز کرنے لگتا ہے اور ایک حقیقی محویت کا عالم اسپر طاری ہو جاتا ہے تو اسوقت اس کیفیت سے انسان گویا سلطان بن جاتا ہے۔ اور ذرہ ذرہ اسکا خادم بنجاتا ہے

مجھے تو اللہ تعالیٰ کی محبت نے ایسی محویت دی تھی کہ تمام دنیا سے الگ ہو بیٹھا تھا۔ تمام چیزین سوائے اسکے مجھے ہرگز بھاتی نہ تھین مین ہرگز ہرگز حجرہ سے باہر قدم رکھنا نہین چاہتا تھا۔ مین نے ایک لمحہ کے لئے بھی شہرت کو پسند نہین کیا۔ مین بالکل تنہائی مین تھا اور تنہائی ہی مجھکو بھاتی تھی۔ شہرت اور جماعت کو جس نفرت سے مین دیکھتا تھا۔ اسکو خدا ہی جانتا ہے مین تو طبعاً گمنامی کو چاہتا تھا۔ اور یہی میری آرزو تھی۔ خدا نے مجھ پر جبر کرکے اس سے مجھے باہر نکالا۔ میری ہرگز مرضی نہ تھی۔ مگر اس نے میرے خلاف مرضی کیا۔ کیونکہ وہ ایک کام لینا چاہتا تھا۔ اس کام کیلئے اس نے مجھے پسند کیا اور اپنے فضل سے مجھکو اس عہدہ جلیلہ پر مامور فرمایا۔ یہ اسی کا اپنا انتخاب اور کام ہے میرا اس مین کچھ دخل نہین۔ مین تو دیکھتا ہون کہ میری طبیعت اس طرح واقع ہوئی ہے کہ شہرت اور جماعت سے کوسون بھاگتی ہے اور مجھے سمجھ مین نہین

آتا کہ لوگ کس طرح شہرت کی آرزو رکھتے ہین۔ میری طبیعت اور طرف جاتی تھی لیکن خدا مجھے اور طرف لیجاتا تھا مین نے بار بار دعائین کین کہ مجھے گوشہ مین ہی رہنے دیا جائے مجھے میری خلوت کے حجرے مین چھوڑ دیا جائے لیکن بار بار یہی حکم ہوا کہ اس سے نکلو اور دین کا کام جو اسوقت سخت مصیبت کیحالت مین تھا اسکو سنوارو۔ انبیاء کی طبیعت اسی طرح واقعہ ہوتی ہے کہ وہ شہرت کی خواہش نہین کیا کرتے کسی نبی نے شہرت کی کبھی خواہش نہین کی۔ ہمارے نبی صلعم بھی خلوت اور تنہائی کو ہی پسند کرتے تھے آپ عبادت کرنیکے لئے لوگون سے دور تنہائی کی غار مین جو غار حرا تھی چلے جاتے تھے۔ یہ غار اسقدر خوفناک تھی کہ کوئی انسان اس مین جانے کی جرأت نہ کرسکتا تھا۔ لیکن آپنے اسکو اسلئے پسند کیا ہوا تھا کہ وہان کوئی ڈر کے مارے بھی نہ پہونچیگا۔ آپ بالکل تنہائی کو چاہتے تھے شہرت کو ہرگز پسند نہین کرتے تھے مگر خدا کا حکم ہوا یا ایہا المدثر قم فانذر۔ اس حکم مین ایک جبر معلوم ہوتا ہے اور اسی لئے جبر سے حکم دیا گیا کہ آپ تنہائی کو جو آپ کو بہت پسند تھی اب چھوڑ دین۔ بعض لوگ بیوقوفی اور حماقت سے یہی خیال کرتے ہین کہ گویا مین شہرت پسند ہون۔ مین بار بار کہہ چکا ہون کہ مین ہرگز شہرت پسند نہین خدا نے جبر سے مجھکو مامور کیا ہے میرا اس مین کیا قصور ہے اس نے مجھے مامور کیا ہے اور وہی گواہ ہے کہ مین شہرت پسند نہین ہون۔ مین تو دنیا سے ہزارون کوسون بھاگتا تھا حاسد لوگون کی نظر چونکہ زمین اور اس کی اشیا تک ہی نظر محدود ہوتی ہے اور وہ دنیا کے کیڑے ہین اور شہرت پسند ہوتے ہین انکو اس خلوت گزینی اور بے تعلقی کی کیفیت ہی معلوم نہین ہو سکتی۔ ہم تو دنیا کو نہین چاہتے اگر وہ چاہین اور اسپر قدرت رکھتی ہین تو سب دنیا لیجائین ہمین ان پر کوئی گلہ نہین۔ ہمارا ایمان تو ہمارے دلمین ہے نہ دنیا کے ساتھ۔ ہماری خلوت کی ایک ساعت ایسی قیمتی ہے کہ ساری دنیا اس ایک ساعت پر قربان کرنا چاہیئے اس طبیعت اور کیفیت کو سوائے خدا کے کوئی نہین جانتا مگر ہم نے خدا کے امر پر عزت و مال و آبرو کو قربان کر دیا ہے۔ جب اللہ تعالے کسی کے دلمین تجلی کرتا ہے تو پھر وہ پوشیدہ نہین رہتا۔ عاشق اپنے عشق کو خواہ کیسے ہی پوشیدہ کرے مگر بھید پانیوالے اور تاڑنے والے قرائن اور آثار اور حالات سے پہچان ہی جاتے ہین۔ عاشق پر وحشت کی حالت نازل ہو جاتی ہے اور اسی اسکے سارے وجود پر چھا جاتی ہے۔ الگ قسم کے خیالات اور حالات اسکے ظاہر ہو جاتے ہین وہ اگر ہزارون پردون مین چھپے اور اپنے آپ کو چھپالے مگر چھپا نہین رہتا۔ سچ کہا ہے۔ ؎ عشق و مشک را نتوان نہفتن۔ جن لوگونکو محبت الٰہی ہوتی ہے وہ اس محبت کو چھپاتے ہین جس سے انکے دل لبریز ہوتے ہین بلکہ اسکے افشا پر وہ شرمندہ ہوتے ہین کیونکہ محبت اور عشق ایک راز ہے جو خدا اور اسکے بندہ کے درمیان ہوتا ہے اور ہمیشہ راز کا فاش ہونا شرمندگی کا موجب ہوتا ہے کوئی رسول نہین آیا جسکا خدا سے راز نہین ہوتا۔ اسی راز کو چھپانیکی خواہش اسکے اندر ہوتی ہے مگر معشوق خود اسکو فاش کرنے پر جبر کرتا ہے۔ اور جس بات کو وہ نہین چاہتے

وہی انکو ملتی ہے۔ جو چاہتے ہین ان کو ملتا نہیں اور جو نہیں چاہتے ان کو جبراً ملتا ہے۔ جب تک انسان ادنےٰ حالت مین ہوتا ہے اسکے خیالات بھی ادنےٰ ہی ہوتے ہین اور جسقدر معرفت مین گرا ہوا ہوتا ہے اسی قدر محبت مین کمی ہوتی ہے۔ معرفت سے حسن ظن پیدا ہوتا ہے۔ ہر شخص مین محبت اپنے ظن کی نسبت سے ہوتی ہے **انا عند ظن عبدی بی** سے یہی تعلیم ملتی ہے۔ صادق عاشق جو ہوتا ہے وہ اللہ تعالےٰ پر حسن ظن رکھتا ہے کہ وہ اسکو کبھی نہین چھوڑیگا۔ خدا تو وفاداری کرنا پسند کرتا ہے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ انسان صدق دکھلاوے اور اسپر ظن نیک رکھے کہ تا وہ بھی وفا دکھلائے۔ مگر یہ لوگ کب اس حقیقت کو سمجھ سکتے ہین۔ یہ تو اپنی ہوا و ہوس کے بتون کے آگے جھکے رہتے ہین اور ان کی نظر دنیا تک ہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کو کریم و رحیم نہیں سمجھتے اسکے وعدون پر ذرہ ایمان نہین رکھتے اگر اللہ تعالےٰ کے وعدون پر ایمان رکھتے کہ وہ رحیم و کریم ہے تو ابھی ان پر رحمت اور وفا کے ثبوت نازل کرتا۔ سه گر وزیر از خدا بترسیدے ہمچنان کز ملک ملک بودے + شر بدظنی سے پیدا ہوتا ہے۔ قرآن شریف کو اول سے آخر تک پڑھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سے بدظنی مت کرو۔ اللہ کا ساتھ نہ چھوڑو۔ اسی سے مدد مانگو۔ اللہ تعالےٰ ہر میدان مین مومن کی مدد کرتا ہوا کہتا ہے کہ میدان مین مین تیرے ساتھ ہون۔ وہ اسکے لئے ایک فرقان پیدا کر دیتا ہے جو اسکے وعدون پر بھروسہ نہین کرتا وہ بدظنی کرتا ہے جو شخص خدا سے نیک ظن کرتا ہے وہ اسکی طرف رجوع کرتا ہے اور جو اللہ تعالےٰ سے بدظنی کرتا ہے وہ مجبور ہوتا ہے کہ اپنے لئے کوئی دوسرا معبود بنائے اور شرک مین مبتلا ہو جاتا ہے۔ جب انسان اس بات کو سمجھتا ہے کہ خدا کریم و رحیم ہے اور اس بات پر ایمان صدق دل سے لاتا ہے۔ کہ اسکے وعدے ٹلنے کے نہین تو وہ اسپر جان فدا کرتا ہے اور در پردہ خدا سے عشق رکھتا ہے۔ ایسا انسان خدا کا چہرہ اسی دنیا مین دیکھ لیتا ہے خدا طرح طرح سے اس کی مدد کرتا ہے اور اپنے انعامات اسپر نازل کرتا ہے اور اسکو تسلی بخشتا ہے اور محبت اور وفا کا چہرہ دکھاتا ہے لیکن بیوفا غدار ہمیشہ محروم رہتا ہے

"افغانون اور کشمیریون کی اصل"

Digitized by Khilafat Library

(ترجمہ از سول ملٹری گزٹ لاہور)

جناب ایڈیٹر صاحب

اس مضمون پر پہلے بہت کچھ قلم فرسائی کی جاچکی ہے۔ اور مشہور و سربرآوردہ محققین

کی تحقیقات اس نتیجے پر پہنچی ہیں کہ افغان اور کشمیری بنی اسرائیل ہیں۔ امید کیجاتی ہے کہ میری یہ چند سطور بھی خالی از دلچسپی نہ ہونگی۔ یہ ایک مشہور تاریخی واقعہ ہے کہ بنی اسرائیل کی بارہ قوموں سے دس قومیں گرفتار ہو کر بلاد فارس میں آباد کی گئیں۔ موجودہ یہود کی جو دنیا کے ایک بڑے حصے پر منتشر ہوئی ہوئی ہیں یہ بنی اسرائیل کی ان دو قوموں کی اولاد ہیں جو کہ جلا وطنی سے بچ گئی تھیں۔ یہ امر بہت زیر بحث چلا آیا ہے کہ باقی دس قومیں کدھر گئیں اور اب یہ مسئلہ قطعی طور پر حل ہو گیا ہے کہ اہل افغانستان و کشمیر انہیں دس قوموں کی اولاد ہیں جو جلا وطن کی گئی تھیں۔ افغانوں اور کشمیریوں کے بنی اسرائیل ہونے کی بہت سی شہادتیں موجود ہیں اور بعض ان میں سے ایسی قطعی ہیں کہ ان میں سے ایک ایک بھی بجائے خود۔ ان قوموں کے بنی اسرائیل ہونیکا کافی ثبوت ہے۔ وہ شہادتیں مختصراً حسب ذیل ہیں۔

(۱) قومی روایت کی شہادت۔

افغان بالاتفاق گواہی دیتے ہیں کہ ہم بنی اسرائیل ہیں۔ انکے مشہور خاندانوں کے پاس شجرے اور نسب نامے ہیں جن سے انکا بنی اسرائیل ہونا ثابت ہوتا ہے ایک قوم کی متفق علیہ شہادت ایک ایسا زبردست ثبوت ہے جسکو ہم لاپرواہی سے نظر انداز نہیں کر سکتے انکا دعوے ضرور سچائی پر مبنی ہے۔ صرف موجودہ نسل ہی بنی اسرائیل ہونیکا دعوے نہیں کرتی بلکہ نسلاً بعد نسلاً افغان یہی دعوے پیش کرتے رہے ہیں۔ انکے نسب نامے انکے دعوے کی تائید کرتے ہیں پس ان کا یہ دعوے بے بنیاد نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ بنی اسرائیل نہیں ہیں تو کیا وجہ ہے کہ یہ قوم قدیم سے بالاتفاق بنی اسرائیل ہونیکا دعوے کرتی چلی آتی ہے۔ پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ روئے زمین پر کوئی اور ایسی قوم موجود نہیں ہے جو کہ گم شدہ اسرائیل قبیلوں کی اولاد ہونیکا دعوے کرتی ہو تو یہ امر افغانوں کے دعوے کو اور بھی تقویت پہنچاتا ہے۔ اگر ہم افغانوں کو دعوے کو رد کر دیں تو ہمیں کوئی اور قوم بتلانی چاہئیے جو کہ گم شدہ اسرائیلیوں کی نسل ہونیکا دعوے کرتی ہو۔ اسرائیل قومیں فارس میں قید ہو کر آئی تھیں اور افغانستان فارس کی سرحد پر واقعہ ہے۔ یہ بہت قرین قیاس ہے کہ وہ مشرق کیطرف بڑھی ہوں اور افغانستان اور کشمیر میں آباد ہو گئی ہوں + بائیبل سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہان فارس ان سے بہت بدسلوکی کرتے تھے۔ ضرور وہ انکے ظلم سے بچنے کے واسطے مشرقی بلاد میں آکر آباد ہو گئی۔ انکی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ پس انکے واسطے ضرور تھا کہ وہ اپنے رہنے کے لئے اور گھر تلاش کریں۔

(۲) ظاہری خط وخال کی شہادت۔

ایک طرف تو افغان اپنی زبان سے بنی اسرائیل ہونیکا دعوے کرتے ہین دوسریطرف انکے خط و خال بزبان حال بیان کررہے ہین کہ ہم بنی اسرائیل ہین اور کشمیریونکے خط و خال افغانون کی نسبت اور بھی زیادہ یہودیونسے ملتے جلتے ہین ان کے پڑوس مین چینی اور ہندو ہین۔ مگر انکے خط و خال افغانون اور یہودیونسے نہین ملتے ایک یہودی ایک پٹھان اور کشمیری کو ایک صف مین کھڑا کرو تو تم ضرور بول اٹھوگے کہ یہ اپنی ظاہری شکل و شباہت مین بالکل باہم مشابہ ہین۔

(۳) **لباس کی شہادت**:۔ افغانون اور کشمیریون کا لباس بھی اس نتیجہ کیطرف رہنمائی کرتا ہے کہ یہ قومین بنی اسرائیل ہین۔ یہ برخلاف ہندوؤن اور چینیونکے لمبے اور کھلے چُغے پہنتے ہین جسکا رواج بنی اسرائیل مین تھا جیساکہ اناجیل سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

(۴) **رسم و رواج کی شہادت**:۔ ان کی بہت سی رسومات یہودیون کی رسومات سے مشابہ ہین۔ مثلاً افغان منگنی اور شادی مین کوئی فرق نہین کرتے اور شادی سے پہلے اکثر لڑکے اور لڑکی مین بے تکلفی رہتی ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شادی سے پہلے عورتین حاملہ بھی ہوجاتی ہین۔

(۵) **اخلاق و اطوار کی شہادت**:۔ یہودیونکی طرح افغان بھی زود رنج خود غرض سرکش۔ کند ذہن۔ جاہل۔ تند مزاج۔ خونخوار۔ سخت دل۔ کج رو۔ وغیرہ وغیرہ ہوتے ہین +

(۶) **اسماء کی شہادت**:۔ افغان صرف بنی اسرائیل ہونیکا دعوے ہی نہین کرتے۔ بلکہ انکے قبائل انکے پہاڑون۔ اور انکے دریاؤنکے نام بھی۔ بزرگان اسرائیل کے نام پر رکھے گئے ہین۔ مثلاً موسے خیل۔ تخت سلیمان۔ کوہ مری۔ کوہ سلیمان۔ زئی۔ داؤدزئی۔ یوسف زئی۔ درۂ خیبر وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ ازین ابتک افغانون اور کشمیریون مین اسرائیلی نامونکا بہت رواج پایا جاتا ہے۔

(۷) **شہرونکے نامونکی شہادت**:۔ گو یہ شہادت نمبر ۶ کے نیچے آسکتی تھی۔ مگر چونکہ یہ نہایت ضروری ہے اور خاصکر نرالے طرز کی ہے اس لئے مین نے اسکو ایک نئے عنوان کے نیچے رکھا ہے۔ افغانستان اور کشمیر مین بہت سے ایسے شہر ہین جن کے نام شام کے قدیمی شہرون کے نامونپر رکھے گئے ہین جب ایک ملک کے لوگ کسی دوسرے ملک مین جاکر آباد ہوتے ہین تو وہ اپنے نئے قرارگاہ مین ایک مصنوعی وطن بنا لیتے ہین۔ اپنے وطن کے خیال کو اپنے دماغ مین تازہ رکھنے کے واسطے وہ اپنے نئے شہرون اور دیہات کے نام اپنے اوطان مالوفہ کے نامونپر رکھتی ہین جن مین کہ وہ پہلے آباد تھے اور جنکی یاد کو وہ اپنے صفحۂ دل سے محو کرنا نہین چاہتے انکے نئے ملک کے مقامات کے نام بتلاتے ہین کہ وہ کس ملک سے نکل کر آئے۔ اسکی ایک عمدہ مثال امریکہ

کی آبادیون مین ملتی ہے - جہان اہل فرنگستان جاکر آباد ہوئے ہین - یہ لوگ اپنے عزیز شہرونکے نام بھی اپنے ساتھ لے گئے - اور اپنے نئے گھرونکے وہی نام رکھے جو انکے قدیمی گھرونکے نام تھے اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حُبُّ الوطنی ایک ایسی چیز ہے کہ جہان کہین آدمی جائے اپنے ملک کے نام بھی وہین ساتھ لے جاتا ہے - معلوم ہوتا ہے کہ ان دس بنی اسرائیلی قومون نے بھی اسی حب الوطنی کا ثبوت دیا ہے - افغانستان اور کشمیر مین بہت سے شہر اور اضلاع ایسے ہین جن کے نام ملک شام کے قدیمی شہرونکے نامونسے ملتے ہین - مین نیچے ایسے نامون کی ایک فہرست دیتا ہون - اور امید ہے کہ اگر اس امر کیطرف زیادہ توجہ کیجائے تو اور بھی ایسے بہت سے نام نکل آوینگے +

افغانستان کشمیر وغیرہ کی جگہونکے نام	کہان واقع ہین		قدیمی شام مین انکے ہم نام مقام	قدیمی شام کو نقشون مین کہان کہان واقع ہین -		بائیبل مین کہان ذکر ہے
	عرض البلد	طول البلد		عرض البلد	طول البلد	
	شمال	مشرق		شمال	مشرق	
کابل	۳۴/۲۹	۶۹/۵	کابل	۳۲/۵۱	۳۵/۱۲	سلاطین اول ۹ باب ۱۳ مین ذکر ہے
پوپچھ	۳۳/۵۲	۷۴/۱۳	خونبشیا	۳۳/۳۰	۳۵/۲۵	
زیدا	سرحد پہ		زابیدن اور آجکل سیبدا	۳۳/۴۴	۳۵/۲۲	۱۸ باب ۲۸ آیت قاضیوت
حمس	لداخ کے نزدیک		حمس	۳۵/۱	۳۵/۱۳	
			حمت	۳۲/۴۷	۳۵/۳۵	
			حمس	۳۴/۵۰	۳۶/۳۹	
گلگت	۳۶/۰	۷۴/۱۲	گلگوتھا	۳۱/۴۷	۳۵/۱۶	متی ۲۷ باب ۳۵
			گلگال	۳۲/۹	۳۴/۵۹	یشوعا ۴ باب ۱۹ و ۹ باب ۶ و ۵ باب ۶
			گلگال	۳۱/۵۰	۳۵/۳۰	قاضیون ۲ باب ۱ و ۱۶ اور دوسری جگہون مین
تبت	۳۲/۰	۸۹/۵	تیبتھ			۱۸ باب ۸ - تواریخ
لاسہ	۲۹/۳۰	۹۲/۱	لاشا - لیش	۳۳/۱۷	۳۵/۴۰	۱۸ باب ۱۴ و ۲۹ قاضیون
لداخ	۳۴/۰	۷۷/۳۰	لادح			۴ باب ۲۱ تواریخ
بیج	۳۴/۱۲	۷۷/۳۹	بیحی ایک ضلع ہے			۱۴ باب ۱۹ و ۱۵ باب ۹ قاضیون
سورو	۳۴/۱۰	۷۶/۰	شور	۳۰/۵۵	۳۳/۵	۱۶ باب ۷ و ۲۰ باب ۱ و ۲۵ باب ۱۸ پیدایش
سُکیت	۳۱/۳۰	۷۷/۰	سکوتھ یا حال سکوت	۳۲/۵۱	۳۵/۳۶	پیدایش ۳۳ باب ۱۷ اور اور دوسری جگہ

(۸) **اناجیلی شہادت**:۔ اس بات کی اناجیل بھی تائید کرتی ہین کہ افغان کشمیری گم شدہ اسرائیلی قبیلون کی اولاد ہین کیونکہ اناجیل مین لکھا ہے کہ جب حضرت مسیح پیدا ہوئے۔ تو مشرق کے چند حکمار ایک ستارے کی رہنمائی سے ملک شام کو حضرت مسیح کی زیارت کرنیکے لیئے گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرق مین ایسے لوگ موجود تھے جنکو حضرت مسیح کے آنیکا انتظار تھا۔ اور انہون نے انکے ظہور کے لیئے بعض نشان بھی مقرر کیئے تھے۔ سوائے بنی اسرائیل کے کسی قوم کو مسیح کے آنیکا وعدہ نہین دیا گیا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حکمار بھی بنی اسرائیل مین سے تھے جو ایک ستارہ دیکھکر ملک شام کو مسیح کی زیارت کے لیئے گئے۔ جب انہون نے ستارے کو دیکھا تو انہون نے نتیجہ نکالا کہ وہ مسیح جسکے ظہور کا یہ ستارہ نشان ہے۔ ملک شام مین پیدا ہوگیا ہے جو کہ بنی اسرائیل کا اصل وطن ہے اسلیئے وہ لمبا فاصلہ طے کرکے مسیح کی زیارت کو آئے +

(۸) **قبر کی شہادت**:۔ سرینگر مین ایک قبر ہے جو کہ نبی صاحب کی قبر کے نام سے مشہور ہے یہ قبر بھی میرے نزدیک انکے بنی اسرائیل ہونے کی ایک دلیل ہے۔ لفظ نبی قابل غور ہے۔ اگر یہ شخص ہندوستان کا رہنے والا ہوتا تو بدھ یا اوتار یا رکھی وغیرہ نامون سے مشہور ہونا چاہئے تھا نہ کہ نبی کے نام سے۔ لفظ نبی سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نبی اسرائیل قوم کا نبی تھا۔ چونکہ نبی کا لفظ اسرائیلی نبی پر ہی بولا جاتا ہے مسلمان بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نبی کہتے ہین مگر یہان ہمین مسلمانو سے تعلق نہین کیونکہ کشمیر کا نبی مسلمانو نکا پیغمبر نہین ہوسکتا۔ مسلمانو نکا ایک ہی نبی ہے جو کہ عرب ہی مین پیدا ہوا اور عرب ہی مین وفات پائی۔ پس سرینگر کا نبی ضرور ایک اسرائیلی نبی تھا اور کشمیر کے دار الخلافہ مین ایک نبی کی قبر کا ہونا اس امر کی قطعی شہادت ہے کہ اہالیان کشمیر بنی اسرائیل ہین اور اس امر پر تعجب نہین کرنا چاہیئے کہ کیونکر کشمیر مین ایک نبی آیا۔ بنی اسرائیل خدا کی ایک برگزیدہ قوم تھی اور خدا تعالے ہمیشہ انکی طرف نبی بھیجتا رہا۔ اور سرینگر کی قبر بتلاتی ہے۔ کہ جسطرح خدا تعالی ان باقی ماندہ اسرائیلی قومون کیطرف جو کہ ملک شام مین رہ گئی تھین نبی بھیجتا رہا۔ اسی طرح اس نے گم شدہ اسرائیلی قومون کیطرف نبی بھیجا۔ اگر یہ قومین غیر ملک مین رہتی تھین تو اس سے یہ نتیجہ نہین نکلتا کہ وہ اپنے قومی حقوق کھو بیٹھی تھین اب بھی یہ قومین ایسی بنی اسرائیل تھین جیسا کہ وہ پہلی تھین۔ جبکہ بنی اسرائیل غلامون کی طرح ملک مصر مین رہتے تھے تو اسوقت خدا تعالے نے حضرت موسے علیہ السلام کو نبی بناکر ان کی طرف بھیجا۔ ایسا ہی جب یہ قومین جلا وطن ہوکر مشرق مین رہتی تھین تو خدا تعالے نے ان کی طرف ایک نبی بھیجا جسکا مزار محلہ خانیار سرینگر مین ابتک موجود ہے +

انجیل مین جو چند حکمار کا مشرق کیطرف سے ملک شام مین جانیکا ذکر ہے اس سے

صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ مشرقی لوگ ایک نبی کے ظہور کا انتظار کر رہے تھے اور سرینگر کی قبر ہمیں بتلاتی ہے کہ خدا تعالےٰ نے ان کی امید وان کو پورا کیا۔ حق تو یہ ہے کہ مشرقی اسرائیلی قومیں شام کے بنی اسرائیل کی نسبت اس بات کی نسبت زیادہ مستحق تھیں کہ ان کی طرف ایک نبی بھیجا جاوے۔ کیونکہ شام میں صرف دو قومیں رہتی تھیں اور مشرق میں دس قومیں آباد تھیں اگر خدا تعالےٰ نے شام کی دو قوموں کیطرف ایک مسیح بھیجکر اپنے وعدہ کو پورا کیا تو کیوں اس نے مشرقی دس قوموں کو اس نعمت سے محروم کیا۔ سرینگر کی قبر شہزادہ نبی یوز آسف کی قبر کہلاتی ہے کشمیر کے لوگ اور کشمیر کی تاریخ بالاتفاق یہ شہادت دیتے ہیں کہ یہ نبی قریباً انیس سو برس ہوئے کہ شام کیطرف سے اس ملک میں آیا اور کچھ مدت وعظ کرتا رہا آخر اس جگہ وفات پائی اور محلہ خانیار میں مدفون ہوا +

(۱۰) **مشہور محققین کی شہادت**:۔ میں اخیر میں چند محققین کی رائے درج کرتا ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغان اور کشمیری بنی اسرائیل ہیں۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور مورخہ ۲۳۔ نومبر ۱۸۹۸ء میں ایک مضمون سواتیوں اور فریدیوں کی بابت شایع ہوا تھا جسکو ایڈیٹر نے نہایت ہی قیمتی اور دلچسپ مضمون بیان کیا ہے اس مضمون کا لکھنے والا مسٹر ٹامس ہولڈچ اس طرح پر لکھتا ہے۔ "افغان اپنے آپ کو بنی اسرائیل کہتے ہیں اگر اس قوم کا بنی اسرائیل کے ساتھ قدیمی تعلق نہ مانا جاوے تو پھر یہ بیان کرنا مشکل ہوگا کہ ان میں عام طور پر بنی اسرائیلی نام رائج ہیں۔ ان کا قول کسی سچی بنیاد پر قائم نہیں ہے تو کیا وجہ ہے کہ ان میں بعض یہودیوں کی رسومات پائی جاتی ہیں۔ مثلاً عید فسح کا منانا وغیرہ۔ افغانوں میں جو نہایت ہی تعلیم یافتہ ہیں۔ وہ اپنا بنی اسرائیل ہونا بڑے اصرار سے بیان کرتے ہیں۔ میرے نزدیک افغانوں کا مسئلہ صحیح طور پر اس طرح حل ہوتا ہے۔ اگر یہ مانا جاوے کہ یہ بنی اسرائیل ہیں جو قدیمی راجپوتوں میں مل جل گئے"

ایچ ڈبلیو بلیو۔ سی ایس آئی۔ اپنی تصنیف اقوام افغانستان کے صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں وہ ان لوگوں کی روایت ہے کہ ہمارا اصل وطن ملک شام ہے جہاں سے بخت نصر ہمیں قید کر کے لے آیا اور فارس اور میدیہ کے مختلف حصوں میں آباد کیا ان مقاموں سے انہوں نے مشرق کی طرف نقل مکان کیا۔ اور غور کے پہاڑی علاقوں میں آباد ہو گئے۔ اس کی تائید میں بنی اسد راس کی بھی شہادت ہے۔ جو کہتا ہے کہ اسرائیل کی دس قوموں نے آزرت کے ملک میں پناہ لی۔ یہ خیال کیا گیا ہے کہ آزرت وہ علاقہ ہے جسکو آجکل ہزارہ کہتے ہیں۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سمسا ہی خاندان کے زمانہ میں افغانستان میں ایک قوم رہتی تھی جنکو

بنی اسرائیل کہتے تھے اور ان مین بعض ارد گرد کے ممالک کے ساتھ تجارت بھی کیا کرتے تھے"
کرنیل جی بی فیلسن سی ایس آئی۔ اپنی کتاب تاریخ افغانستان مین اس طرح پر لکھتا ہے
عبداللہ خان اور دوسرے افغان مصنفون کی پیروی کرکے فیر بیٹر صاحب کی یہ رائے ہے۔ کہ
افغان دس گم شدہ اسرائیلی فرقون کی اولاد ہین۔ اور بھی کئی محققین اس رائے کے ساتھ
اتفاق کرتے ہین چنانچہ سر ولیم جونز جیسا عظیم الشان آدمی بھی یہی عقیدہ رکھتا ہے۔
اے کے جونسٹن افغانون کی مندرجہ ذیل روایت بیان کرتا ہے "جب نادر شاہ پشاور مین
پہونچا۔ یوسف زئی قوم کے سردارون نے ایک بائبل اسکے آگے پیش کی جو کہ عبرانی مین لکھی
ہوئی تھی اور کئی اور چیزین بھی پیش کین جو کہ وہ اپنی قدیمی عبادت مین استعمال کیا کرتے تھے
جنکو انہون نے حفاظت سے رکھا ہوا تھا جو یہودی لشکر کے ساتھ تھے انہون نے ان چیزونکو
فوراً پہچان لیا" ای بلفور۔ ایل آر۔ مصنف ان سکلو پیڈیا آف انڈیا۔ لکھتا ہے "افغانون
کی شکل یہودیونسے ملتی ہے۔ ایک رسم مین افغان یہودیون کی پیروی کرتے ہین اور وہ
یہ ہے کہ چھوٹا بھائی اپنے بڑے بھائی کی بیوہ سے شادی کر لیتا ہے۔ ڈاکٹر میسن بعض
رسومات کا ذکر کرتا ہے۔ جو یہودیون کی رسومات سے ملتی ہین جو کہ درہ خیبر کے کوٹون مین
پائی جاتی ہین ان کے بال مشرقی یہودیون کی طرح ہوتے ہین"
جینس بائی۔ ایم۔ اے۔ ایف جی۔ ایس۔ اپنی کتاب ان سکلو پیڈیا آف جاگریفی مین لکھتا ہے
"تمام سیاح اس بات پر متفق ہین کہ افغانون مین اور گرد نواحی قومون مین بڑا فرق ہے۔ اور سب
افغان ایک ہی نسل کے معلوم ہوتے ہین یہ اپنی شکل اور خط و خال مین یہودیونسے بہت ملتے جلتے ہین"
وہی مصنف اہل کابل کی نسبت ذکر کرتا ہوا کہتا ہے کہ یہ لوگ دراز قد ہوتے ہین سیاہ آنکھون
والے نمایان خط و خال والے اور انکے چہرے بالکل یہودیون کی طرح ہین۔
کرنل یول سی بی۔ انسکلو پیڈیا برطانیہ مین افغانستان پر لکھتا ہوا کہتا ہے کہ اس ملک کی عورتین
یہودیون جیسی خوبصورت خط و خال رکھتی ہین اور یہی بات مردون مین بھی پائی جاتی ہے۔
اے۔ کے جیمسٹن اپنی کتاب ڈکشنری آف جاگریفی مین کشمیر کی عورتونکا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے
کہ پورے قد کی اور خوبصورت ہوتی ہین۔ ان کی ناک ترچھی اور خط و خال بالکل یہودیونکے سے ہوتے ہین
فرینسس برنیس اپنے سفرنامے مین لکھتا ہے کہ جب مین ملک کشمیر مین داخل ہوا اور پیر پنجال سی آگے
گذرا تو یہ دیکھکر مین بہت حیران ہوا کہ دیہات کے باشندے بالکل یہودیون سے مشابہ تھے انکے خط و خال
اور اطوار اور وہ ناقابل بیان خصوصیت جسکے ذریعہ سے سیاح مختلف قومونمین تمیز کر سکتے ہین
تمام اس بات کی شہادت دیتے تھے کہ یہ لوگ بنی اسرائیل ہین اور اسے صرف میرا وہم ہی نہین سمجھنا

کرنا چاہیئے بلکہ ان لوگونکا یہودیون سے شکل مین مشابہ ہونا ہمارے فرقہ جزوایٹ کے پادری اور کئی اور اہل فرنگ نے بھی میرے یہان آنیسے بہت پہلے بیان کیا ہے۔ آرچیبلڈ کانسٹبل جسنے برنیر کے سفرنامے کو فرانسیسی سے انگریزی مین ترجمہ کیا ہے۔ صفحہ ۴۳۰ پر لکھتا ہے۔ وہ بہت سے اہل کشمیر کا اپنے خط وخال مین یہودیوں سے متشابہ ہونا زمانہ حال کے بہت سے سیاحون نے بیان کیا ہے۔" والسلام۔

"یسوع کی صلیبی موت پر علمی نظر"

عیسائیون کے اخبار اپی فینی مورخہ ۲-اپریل ۱۹۰۴ء مین ایک صاحب ڈاکٹر ایم بی صاحب لکھتے ہین کہ یسوع کی موت انشقاق القلب (دل کا خود بخود بغیر بیرونی صدمہ کے پھٹ جانا) سے واقع ہوئی اور اپنے بیان کی تائید مین ڈاکٹر سمپسن اور بعض دیگر صاحبان کی سند پیش کی ہے مگر اس بیان کی تصدیق یسوع کی کہانی کے واقعات سے نہین ہوتی۔ ہر ایک غیر متعصب ڈاکٹر جو ایک لمحہ کیلئے اس مضمون پر غور کرے گا فوراً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ تین یا چار گھنٹے صلیب پر لٹکا رہنے سے انشقاق القلب سے موت واقع نہین ہو سکتی۔

انجیل مین یسوع کا قصہ پڑھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ واقعہ صلیب کے دنون وہ ایک پورا تندرست صحیح القوے موٹا تازہ تیس برس کا جوان تھا جو باغون اور عمدہ آب وہوا کی جگہون مین سیر کیا کرتا اور کھانے پینے اور پند ونصیحت مین رہا کرتا تھا۔ دلیرانہ تقریرین کرنے مین اپنی زندگی مزے سے گذارتا تھا۔ اس واقعہ سے پہلے وہ کسی مصیبت مین نہین پڑا تھا۔ فی الحقیقت اناجیل سے اسکا کسی بیماری مثلاً وجع المفاصل اور دل کی بیماریان وغیرہ مین مبتلا ہونا ثابت نہین ہوتا۔ صلیب کے وقت بھی بہت بہادری سے مقدمہ کی پیروی کرتا رہا اور جب موت کا حکم سنایا گیا تو اسکو کچھ غش نہین آیا۔ بلکہ یوحنا لکھتا ہے کہ وہ اپنی صلیب آپ اٹھائے ہوئے گلگتا (مقتل) مین پہنچا جس سے ظاہر ہے کہ وہ اسوقت بھی بوجھ اٹھا کر دور تک چلنے کی طاقت رکھتا تھا۔ برعکس اسکے انشقاق القلب ہمیشہ بوڑھے آدمیونکو جنکے دل پہلے ہی سے بیمار اور کمزور ہوتے ہین واقع ہوتی ہے (ملاحظہ کرو برسٹو کی طب صفحہ نمبر ۵۳۹ ٹیلر صفحہ نمبر ۵۳۷- رابرٹس صفحہ ۱۰۶۱۷ اور پیپر جلد دوم صفحہ نمبر ۳۶۳)

علامات- اب ان علامات کا جو انشقاق القلب مین واقع ہوتی ہین یسوع کی صلیبی علامات سے مقابلہ کرتے ہین۔ انشقاق القلب مین دل کے مقام پر بہت سخت درد ہوتا ہے تنفس مین سخت دقت پیدا ہوتی ہے

کامل بیہوشی ہوتی ہے پسینہ کثرت سے آتا ہے۔ گلا گھٹتا ہے اور سخت درد سر کے بعد کچھ گھنٹوں میں مر جاتا
ہے (برسٹو صفحہ ۵۳۹) بعض دفعہ دفعتہً مر جاتا ہے۔ برعکس اسکے یسوع جب صلیب پر باندھا گیا
تو اپنی والدہ اور حواریوں اور دو چوروں سے بخوبی باتیں کرتا رہا۔ بالآخر اس نے کہا کہ مجھے پیاس
لگی ہے چنانچہ اسکو سرکہ پلایا گیا۔ پھر اس نے کہا کہ اب وقت آگیا ہے اور سر جھکا کر جان دیدی
(یوحنا) "یسوع چلا کر بولا اور پھر جان دیدی" (متی) "اور یسوع جب بلند آواز سے چلا چکا تو اس نے
کہا کہ باپ اپنی روح تیرے ہاتھ دیتا ہوں۔ اور یہ کہکر جان دیدی" (لوقا) اس سے ظاہر ہے کہ یسوع
کو نہ تنفس میں دقت معلوم ہوئی اور نہ سینہ میں درد ہوا اور نہ بیچینی ہوئی اور نہ کامل بیہوشی ہوئی
جیسا کہ کتب طب میں انشقاق القلب کے علامات میں لکھا ہے۔

علامات بعد الموت۔ مسٹر ام بی نے اپنے خیال کی تائید میں خون اور پانی پر جو یسوع کی
پسلی سے نکلا تھا بہت زور دیا ہے اور خیال کرتا ہے کہ یہ انشقاق القلب کا بڑا بھاری ثبوت ہے
اسکا مطلب وہ یہ بیان کرتا ہے کہ جب دل پھٹ گیا تو خون دل کے غلاف میں اکٹھا ہو کر جم گیا
اور بعد میں خون کا لوتھڑا اور پانی دو حصوں میں تقسیم ہو کر باہر نکل آیا۔ یہ امر بالکل ناممکن ہے کہ
یسوع کے بظاہر جان دینے اور سپاہی کے بھالا چبھونے کے درمیانی وقفہ میں جو بہت کم ایک
گھنٹہ سے بھی زیادہ نہ تھا ایسی جلدی منجمد ہو گیا ہو۔ ٹیلر اپنی میڈیکل جورسپروڈنس جلد اول
صفحہ ۱۷۵ میں لکھتا ہے۔ کہ خون مردہ جسم میں بنسبت بیرونی ہوا کے دیر میں جمتا ہے۔ چنانچہ
۴ سے ۸ گھنٹہ تک سیال حالت میں رہتا ہے۔ کمرڈان صاحب لکھتے ہیں کہ بارہ گھنٹہ تک
نہیں جمتا۔ اور ۴ گھنٹہ سے کم میں کسی صورت میں نہیں جم سکتا۔ کارپنٹر صاحب اپنی فزی
آلوجی صفحہ ۱۸۷ اور ۱۸۹ میں لکھتے ہیں کہ بعض حالتوں میں مردہ جسم میں خون بالکل نہیں جمتا
اگر جمتا ہے تو پورا نہیں جمتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسیح کے جسم میں جان نکلنے کے بعد ایسی جلدی
خون نہیں جما تھا۔ برسٹو صفحہ ۵۳۹ میں لکھتا ہے کہ دل کا غلاف بعد از موت خون سے پُر پایا
جاتا ہے جسمیں کچھ تو پانی اور کچھ خون جما ہوا ایک تھیلی کی شکل میں دل کے گرد ہوتا ہے اگر فرض
بھی کر لیں کہ دل پھٹ گیا تھا۔ اور خون کے ہی دو حصے ہو گئے تھے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے
کہ جمے ہوئے خون کی وہ تھیلی جو دل پر لپٹی ہوئی ہے وہ سپاہی کے برچھے کے چھوٹے سے سوراخ
سے فوراً باہر نکل آئے۔ ڈاکٹر ام۔ بی صاحب مہربانی فرما کر اس معمّا کو حل کریں۔ یوحنا کہتا
ہے "ایک سپاہی نے برچھے سے اس کی ایک جانب چھیدی اور فوراً وہاں سے خون اور
پانی نکل آیا" اس میں لفظ "جانب" اور "فوراً" کا قابل غور ہے۔ ڈاکٹر ام۔ بی بلاوجہ جانب سے
مراد بائیں جانب لیتا ہے اور خصوصاً دل کا مقام۔ گویا کہ سپاہی علم ڈاکٹری میں خوب ماہر تھے

اور جانتے تھے کہ موت کا باعث کہاں واقع ہے اور اسلئے انہوں نے ٹھیک دلپر برچھا مارا۔ ہم کیوں
نہ جانب سے دائیں جانب مراد لیں یا پیٹ اور بغل مراد لیں۔ لفظ "فوراً" سے ظاہر ہے کہ برچھا
چبھتے ہی معاً خون اور پانی باہر نکل آیا۔ اور جمے ہوئے خون کی تھیلی کا اتنی جلدی ایسے چھوٹے سوراخ
سے باہر نکل آنا غیر ممکن ہے۔ مزید برآں اگر خون جم ہی گیا تھا تو پہلے پانی نکلنا چاہیئے تھا نہ کہ خون
کیونکہ ایسی حالتوں میں ہمیشہ پانی پہلے نکلتا ہے اور خون کا لوتھڑا پیچھے۔ لیکن انجیل میں خون
پہلے ہے اور پانی پیچھے۔ مذکورہ بالا بیان سے صاف ظاہر ہے کہ سائنس کی تحقیقات کے
بموجب یسوع کا دل نہیں پھٹا تھا۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ یسوع کو حقیقت میں صلیب کے وقت
کیا صدمہ پہونچا۔ باوجودیکہ صلیب کے واقعہ سے پیشتر یسوع تندرست طاقتور اور جوان تھا۔ مگر انجیل
سے یہ بات ظاہر ہے کہ اس موقعہ پر اسکے مخالفوں نے اسکو کسیقدر جسمانی تکلیفیں دیں۔ اسکو بیت
لگوائے کھانیکو کچھ نہ دیا اور اس کی صلیب اس سے اٹھوائی اسکے ہاتھوں کو لکڑی پر میخ سے
ٹھونکدیا۔ جس سے اسکو درد بھی ہوا ہوگا اور تکلیف بھی پہونچی ہوگی اور کچھ خون بھی نکلا ہوگا یہانتک
کہ وہ چلا اٹھا۔ کہ "ایلی ایلی لما سبقتانی" یعنے اے میرے خدا مجھکو کیوں چھوڑ دیا۔ پھر اسکو پیاس لگی
اور سرکہ یا شراب پلائی گئی۔ پھر سر جھکایا اور غشی آگئی۔ اسکے دوست کھڑے تھے۔ اور سیاہی۔
تاریکی اور زلزلہ سے ڈر گئے تھے اور اسکو نیک خیال کرتے تھے۔ چنانچہ انکے داروغہ نے خدا کی حمد
کے بعد یہ کہا کہ یہ ایک راستباز مرد تھا (لوقا) انکو یہ بھی معلوم تھا کہ حاکم یسوع کی جان بچانا چاہتا
ہے۔ ایسے وقت میں یسوع کے دوستوں کو موقعہ [illegible] اور اس کی جان بچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت
نہ کیا اور فوراً کارروائی شروع کر دی یعنے جھٹ پٹ میخیں نکالکر اسکو سولی سے اتار لیا اور اسکو
ایک کھلے مقبرہ میں لے گئے اسکے زخموں پر مرہم پٹی لگائی گئی۔ اور مقوی دل ادویہ اور خوشبوئیں
اسکے پاس بچھا دیں تاکہ اس کی غشی دور ہو اور جب ذرا اسکو اٹھنے کی طاقت ہوگئی تو پیشتر اسکے
کہ یہودی جو اپنا سبت منا رہے تھے خبردار ہو کر مقبرہ کی حفاظت کرتے کسی دور کے گاؤں میں
اسکو لے گئے وہاں جب اسکو آرام ہوا تو وہ ان حواریوں سے ملا جو اس راز میں شریک نہ تھے
تاکہ انکو یقین دلائے کہ صلیب کی لعنتی موت سے وہ معجزانہ طور سے بچگیا اور انکو اپنے زخمی ہاتھ دکھائے
مچھلی وغیرہ کھائی اور زندہ آدمیوں کی طرح کاروبار میں مشغول ہوا۔

مذکورہ بالا بیان کا علمی ثبوت حسب ذیل ہے۔

اول تاریخ سے ثابت ہے کہ یسوع کے وقت میں صلیب سے موت بہت دیر میں واقع ہوتی
تھی کئی دنوں تک مصلوب بھوک پیاس اور درد اور ضعف وغیرہ میں مبتلا ہو کر مر جاتا تھا۔ مزید
برآں ایسے واقعات بھی پیش آتے تھے کہ دو تین روز مصلوب رہنے کے بعد بھی بچ جاتا تھا ایسی

حالتوں میں کیسے ممکن ہو سکتا ہو کہ یسوع تین چار گھنٹے سولی پر چڑھے رہنے سے یکا یک مرگیا ہو حالانکہ نہ کوئی عضو رئیسہ بیمار یا مضروب تھا اور نہ اس کی ٹانگیں توڑی گئی تھیں۔ بات یہ ہو کہ جان دینے سے مطلب غشی کا ہوتا ہے اور اپنے دشمنوں سے بچنے کے واسطے ہوش میں آکر بھی وہ چپ چاپ پڑا رہا ہو یا ممکن ہو کہ آخری وقت میں جب اسکو سرکہ پلایا گیا تو اس میں کوئی مسکر شے مثلاً افیون وغیرہ جس سے وہ بیہوش ہو جائے دیا گیا ہو کیونکہ یوحنا لکھتا ہے کہ سرکہ پینے کے بعد فوراً اس نے جان دیدی۔ یقین ہو کہ اسکے دولتمند مرید یوسف نے جو ارمتیا کا رہنے والا تھا کوئی ایسی تجویز اپنے مرشد کے بچانیکے لئے کی ہوگی۔

دوم۔ لیکن ایک سپاہی نے اس کی جانب میں برچھا چبھویا اور فوراً خون اور پانی نکل آیا۔ (یوحنا ۱۹ ۳۴) اس کلام میں فوراً کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ زندہ خون جو قلب کی حرکت سے جلد میں دوران کر رہا تھا اسکے جسم سے فوارے کی طرح فوراً چھوٹ پڑا۔ جیسا کہ زندہ جسم میں ہمیشہ ہوتا ہے۔ جب خون نکل چکا اور برچھا کچھ اور اندر گھسا تو پانی نکلا یا غلباً مثانہ یا گردہ سے یا کسی رسولی وغیرہ سے نکلا ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ معدہ سے آیا ہو کیونکہ یسوع نے اسی وقت سرکہ پیا تھا۔ اور معدہ کے زخموں سے ہمیشہ موت واقع نہیں ہوتی۔

سوم۔ یوحنا کی بیسویں فصل سے صاف ظاہر ہے کہ دو دن کے بعد اسکا جسم مقبرہ میں نہیں پایا گیا کفن اور رومال موجود تھا لیکن جسم نہیں تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کوئی شخص یسوع کو بھیس بدلوا کر لے گیا۔ "میں ابھی باپ کے پاس نہیں چڑھا" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسکا جسم زمین پر زندہ موجود تھا اور یہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ جسم مقبرہ میں نہیں تھا تو معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر کسی جگہ تھا۔ "اُس نے ان کو اپنے ہاتھ اور اپنا پہلو دکھایا" جس سے ظاہر ہے کہ وہ جسم عنصری کی صورت میں جس پر زخموں کے نشان موجود تھے دکھائی دیا نہ کہ روحانی صورت میں۔ "اس نے اُن پر پھونکا" جس سے ظاہر ہے کہ وہ سانس لیتا تھا اور اسکے پھیپھڑے اور دل باقاعدہ کام کرتے تھے "اس نے انکو کہا" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بول سکتا تھا۔ اور اسکا دماغ صحیح کام کر رہا تھا۔ "پھر اس نے توماس سے کہا کہ اپنی انگلی لا اور میرے ہاتھوں کے نشان دیکھ اور ہاتھ ادھر کر اور میرے پہلو کو دیکھ بھال اور بے ایمان مت ہو بلکہ یقین کر کہ میں وہی ہوں" جس سے صاف ظاہر ہے کہ جسم اور روح صلیب کے واقع کے بعد موجود تھے نہ کہ صرف روح +

چہارم۔ یوحنا کی اکیسویں فصل میں لکھا ہے کہ ان باتوں کے بعد یسوع پھر اپنے حواریوں کے روبرو دبحر طبریا پر ظاہر ہوا۔ اور یسوع نے انکو کہا کہ کچھ کچھ گوشت ہے۔ ...... یسوع پھر

آیا اور کھانا کھایا اور انکو دیا اور اسی طرح مچھلی بھی تقسیم کی۔" مجھے یقین ہے کہ یہ خواب نہین تھا اور یسوع کھاتا اور مچھلی کا کباب نوش کر رہے ہین جس سے اسکے معدہ کی قوت اور بھوک کی شدت عیان ہے۔ اور بیچارے سادہ لوح عیسائی ابتک اس خیال مین ہین کہ وہ مردون سے جی اٹھا تھا۔ افسوس ہے کہ بیسوین صدی جیسے علم و حکمت کے زمانہ مین بھی لوگ ایسا عقیدہ رکھتے ہین اسی ایپی فینی کے دوسرے مقام مین اڈیٹر صاحب کو مسیح کی صلیب کی موت مین شک پیدا ہوا ہے۔ اور اسیوجہ سے انہون نے ایک نئی تھیوری مسیح کی موت کی نسبت قائم کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان مصالح جات اور ادویات کے بوجھ سے جو قبر مین رکھی گئی تھین سانس رک کر موت واقع ہوئی۔ یوحنا کی بیسوین فصل سے ظاہر ہے کہ قبر اسقدر کشادہ تھی کہ آدمی اندر داخل ہو کر دیکھ بھال سکتا تھا۔ جیسا کہ پطرس نے کہا۔ مین پوچھتا ہون کیا یہ ناممکن ہے۔ کہ سو پونڈ مر ( ) ایک ایسے بڑے کمرے مین پھیلا دئے جایئن اور کسی ایک آدمی کا بھی دم نہ گھٹے جو وہان لیٹے ہوئے ہون اور نہ میری رائے مین ان پٹیون سے جو اسکے سر اور ہاتھ پاؤن پر بندھی تھین اسے کچھ تکلیف ہوئی۔ بلکہ میرے خیال مین مرہم پٹی سے یسوع کے زخمون کو آرام ملا۔ اور اس کی غشی بھی مصالح جات سے دور ہو گئی۔ + راقم ایل۔ ایم۔ ایس

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تاکیدی ارشاد کا اعادہ

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن پر زور تاکیدی الفاظ مین ایک نور عرفان سے بھرے ہوئے لب و لہجہ سے اپنی احمدی جماعت کے پر جوش و مخلص جوانمردونکو کثرت اشاعت رسالہ میگزین کیطرف ملتفت کرنا چاہا تھا وہ برکت مجسم و پر شوکت الفاظ تو خوابیدگان خواب غفلت کے بیدار کرنے کے لئے کافی تھے چہ جائیکہ اپنی جماعت کے باخبر، باہمت و اخلاص مند احباب اپنے پیارے امام صادق و مامور برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی بجاآوری مین تساہل و تکاہل سے کام لیتے۔ خدا تعالیٰ کے فرستادہ کی زبان دُرفشان سے ان سراپا برکت خیز و تبشیر و تنذیہہ آمیز الفاظ کا نکلنا کہ "مین پورے زور کے ساتھ اپنے مخلص جوانمردونکو اسطرف توجہ دلاتا ہون کہ وہ اس رسالہ کی اشاعت و اعانت مین جہانتک اُنکے ممکن ہے ہمت دکھلاویں" کیا کچھ کم توجہ طلب کم وزن دار تھے اسپر مستزاد یہ کہ احباب کے دلونکو اپنی تعمیل کیطرف کھینچنے کے لئے کچھ کم اثر مقناطیسی رکھتے تھے حضرت اقدس نے اس تاکیدی ارشاد مین کھول کھولکر زور سے توجہ دلاکر فرمایا ہے کہ "اے جماعت کے سچے مخلصو! تم اس رسالہ کی اعانت کے لئے ہمت کرو مین بار بار کہتا ہون کہ اس خدمت مین جان توڑ کوشش کرو یہی وقت خدمت گذاری کا ہے" پھر ساتھ ہی بشارت دی ہے کہ "جو کوئی میری موجودگی مین میری اس غرض مین مدد دیگا وہ قیامت مین بھی میرے ساتھ ہوگا اسکے مال مین برکت ہوگی اور عمر مین زیادہ ہوگی" انسان اس دار الابتلا مین اپنے حسن خدمات و حسن کردار کا اس سے بڑھکر اور کیا صلہ حاصل کر سکتا ہے؟ اگرچہ اس تاکید اکید کے بعد کسی دیگر بیرونی تحریک یا تاکید یا یاددہانی کی ضرورت نہ تھی اور نہ ہونی چاہئے مگر پھر بھی ہم نے بدین خیال کہ کوئی بھائی اس پُر خیر حکم کی بجاآوری سے قاصر رہکر ثواب و مقاصد دارین سے محروم نہ رہے حتی الوسع پہلے بھی اس ارشاد حضرت اقدس کو جملہ برادران کے کانون تک پہنچانیکی بڑی جدوجہد کی ہے اور اب بھی الاعمال بالنیات کے اصول پر یہی سعی کیجاتی ہے اب وقت ہے کہ اپنے پیارے امام صادق کے فرمان پر جان قربان کر دینے والے دل اس خاص خدمت کی وقت پر قدر کرکے سابق بالخیرات بنین اور حسنات دارین کی وراثت سے حصہ لیکر اس چندروزہ قیامگاہ سے فائز المرام رخصت ہون۔ اور تخلیق انسانی کی اصل غرض کو پورا کرین۔ اللہ کرے جملہ سعید الفطرت رحیمین مامور و مرسل برحق کے اس تاکیدی فرمان پر اپنا روح و روان نثار کرتے ہوئے اس یگانہ ذات مقدس رب الافواج کے آستانہ کی حقیقی و لازوال دین و دنیا و مافیہا کی نعمت غیر مترقبہ سے بہرہ اندوز ہون آمین ثم آمین۔

مشتہر

"تعلیم الاسلام کالج قادیان"

یکم جون سنہ ۱۹۰۳ء سے ہر دو کلاس ایف اے کی جماعت بندی ہوکر تعلیم شروع ہو جاویگی ہر مذہب و ہر فرقہ کے طلباء تعلیم پا سکتے ہین میسر ایکسال کیلئے فیس معاف رہیگی۔ انگریزی و ریاضی کے علاوہ دینیات و عربی و فارسی و فلاسفی و ہسٹری کی تعلیم کا بھی انتظام کیا گیا ہے اس خاص رعایت سے مستفید ہونیکو خواہشمند طلباء خصوصاً جنہون نے حال ہی مین انٹرنس پاس کیا ہے جلدی کالج مین پہونچنے کی سعی کرین بصورت توقف ہرج تعلیم کا خطرہ ہے۔ والسلام۔ مولوی شیر علی پرنسپل تعلیم الاسلام کالج قادیان

کبریت احمر یا جیون بوٹی کے استعمال سے ایک مہینے میں تین سیر خون صالح تازہ بدن انسان میں پیدا ہوتا ہے۔ جوانی کی طاقت مدت العمر قایم رہتی ہے۔ استعمال کرنے سے پہلے اور بعد بدن کو وزن کرو اور آزماؤ اس سے بڑھکر کبھی۔ **مولد خون صالح مشتہی**۔ بدن کو مضبوط اور طاقتور خوشرنگ بنانے اور چہرے کی سرخی اصلی طاقت و توانائی و تازگی پیدا کرنے والی دوائی آج تک ایجاد نہیں ہوئی۔ اس کا اثر ان اعضا پر جن پر نسل انسان کی پیدائش کا انحصار ہے بالخصوص نہایت قوی ہوتا ہے۔ وہ خوشی جو عورت و مرد کی معاشرت سے وابستہ ہے اس سے فی الفور حاصل ہوتی ہے کبریت احمر اس کا نام اسی لئے رکھا گیا ہے کہ یہ دوا اعضائے تولید کے پژمردہ قوی کو از سر نو بحال کرنے کے ساتھ زندگی کو کیمیا بناتی ہے۔ قیمت فی شیشی ...

روغن درد گردہ درد گردہ کے دورے اور تکلیفیں ایسی سخت ہوتی ہیں کہ الامان۔ یہ عجیب و غریب روغن درد گردہ میں جب درد کنکری کی وجہ سے ہو اکسیر کا کام دیتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے سنگریزوں کو توڑ کر اور ریزہ ریزہ کرکے نہایت سہولت سے خارج کر دیتا ہے۔ تمام کنکری اور ریت نکل کر درد گردہ کی نوبت پھر نہیں ہوتی۔ **قیمت** فی شیشی ۱۲؍ دو روپے

عجیب و غریب مرہم المعروف مرہم عیسے اگر آپ دنیا بھر میں سب سے اچھا پر تاثیر تیر بہدف ہر قسم کے **زخموں جراحتوں چوٹوں گلٹیوں خنازیر سرطان طاعون** اور ہر قسم کے خبیث زہریلے **پھوڑوں پھنسیوں ناسوروں گنج خارش بواسیر** اور طرح طرح کی جلد کی بیماریوں ہاتھوں کے سردی سے پھٹ جانے جانوروں کے کاٹ لینے جل جانے اور عورتوں کے خطرناک امراض سرطان رحم وغیرہ کے لئے ہزارہا سال **کا مجرب مقدس ہر طبقہ اور ہر زمانہ کے حکما کا متفقہ بابرکت علاج چاہتے ہیں** تو یہ مبارک مرہم اس کارخانہ سے منگائیے جو اس کو خالص اجزا سے تیار کرنے کا ذمہ دار ہے۔ طبی جہان اس کی کامیاب تاثیرات کا ممنون ہے۔ یہ مشہور آفاق مرہم سوائے کارخانہ مرہم عیسے کے دنیا بھر میں اور کہیں نہیں بنتا **قیمت** فی ڈبیہ خورد ۶ر ۱۲ر فی ڈبیہ کلاں ۱ر

رسالہ آئینہ صحت نما مفت	**حکیم محمد حسین اینڈ برادرز مالکان کارخانہ مرہم عیسے لاہور سے طلب کرو** نولکھا	عمدۃ النقود سنہ ۱۹۱۰ء مفت

ضروری استدعاء

جن جن برادران طریقت کو کسی انگریزی دوائی پیٹنٹ یا غیر پیٹنٹ کی ضرورت ہو یا وہ کوئی انگریزی نسخہ تیار کروانا چاہیں اور اپنے مقامی اسٹیشن میں کسی انگریزی دوائی خانہ کے نہ ہونیکے باعث انہیں کسی اور شہر سے ادویا منگوانی پڑیں تو وہ بجائے کسی اور جگہ لکھنے کے ادویات فرانٹیر میڈیکل ہوس پشاور بازار قصہ خوانی سے منگوائیں۔ یہ دکان میرے متعلق ہے انہیں نقصان نہیں اور دکان کا فائدہ اور ایک بھائی کی مدد ہے

Digitized by Khilafat Library

المشتہر خواجہ کمال الدین وکیل پشاور

اطلاع:- جناب ابو سعید صاحب عرب احمدی بحمد اللہ دار الامان میں پہونچ گئے ہیں۔ انکے جملہ احباب خصوصاً برھما کے دوست انکے نام خط کتابت قادیان ضلع گورداسپور کے پتہ پر کریں +

اعلان } صیانۃ القرآن مولفہ جناب فاضل امروہی صاحب تردید چکڑالوی چھپکر طیار ہے۔ درخواستیں حاجی مولوی حکیم فضل الدین صاحب کے نام قادیان میں آنی چاہئیں۔ قیمت ۲ر

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں باہتمام حکیم مولوی فضلدین صاحب طبع ہوا +